''اہلِ پیغام'' کے بعض وساوس کا ردّ

(عبدالمومن طاہر)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کی وفات پر جب حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ منصبِ خلافت پر متمکن ہوئے تو بعض لوگوں نے آپ کی بیعت نہ کی اور قادیان کو چھوڑ کر لاہور کو اپنا مرکز بناتے ہوئے اپنی ایک علیحدہ جماعت بنالی اور خلافت حقہ اسلامیہ احمدیہ سے وابستگی رکھنے والوں کے خلاف ایک مہم شروع کردی۔ یہ گروہ غیر مبایعین، اہل پیغام، پیغامی اور لاہوری احمدی جماعت کے نام سے معروف ہے۔

گزشتہ کچھ عرصہ سے اس گروہ نے خلافت حقہ اسلامیہ سے وابستہ جماعت احمدیہ کے خلاف اپنے وساوس انٹرنیٹ پر پھیلانے کی مہم شروع کر رکھی ہے اور ساتھ ہی بڑی تعلّی سے دعویٰ کیا ہے کہ صرف لاہوری جماعت ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے دعاوی اور تعلیمات کو صحیح اور اصل شکل میں پیش کر رہی ہے جبکہ خلافت سے وابستہ جماعت نے آپ کے دعاوی کو (نعوذباللہ) مسخ کر کے پیش کیا ہے۔ بتوفیقِ الٰہی ان وساوس کا جواب ذیل میں دیا جاتا ہے۔

وسوسہ نمبر ایک

غیر مبایعین کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہرگز نبی نہ تھے اور آپ نے ہرگز کہیں نبوت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ آپ نے فرمایا کہ میں صرف مُحَدَّث ہوں یعنی وہ جس سے اللہ تعالیٰ بکثرت کلام کرتا ہے۔ مگر ''جماعت قادیان'' نے خواہ مخواہ آپؑ کو نبی بنالیا ہے۔

جواب

اس میں شک نہیں کہ شروع میں حضرت اقدس مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام مسلمانوں میں عام طور پر مشہور تعریف نبوت کو ہی صحیح تعریفِ نبوت خیال فرماتے رہے۔ آپ ۱۹۰۱ء تک یہی عقیدہ رکھتے رہے کہ چونکہ رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں اس لئے آپ کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں آسکتا، خواہ پرانا ہو یا نیا اور آپ اپنے الہامات میں موجود لفظ 'نبی' کی تاویل فرمادیتے اور کہتے کہ اس سے مراد صرف مُحَدَّث ہے۔ آپ نے اس بات کا اظہار کئی جگہوں پر فرمایا۔ مثلاً ایک جگہ فرماتے ہیں:

''...... قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو کیونکہ رسول کو علمِ دین بتوسط جبرائیل ملتا ہے اور باب نزول جبرائیل بہ پیرایہ وحیٔ رسالت مسدود ہے''۔ (ازالہ اوہام حصہ دوم۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۱۱۔ مطبوعہ لندن)

مگر جب اللہ تعالیٰ نے آپؑ پر متواتر اور بار بار وحی کے ذریعہ اصل حقیقت پوری طرح آشکار کردی تو آپؑ نے بار بار بتصریح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے واضح طور پر بتایا ہے کہ میں فی الحقیقت نبی ہوں مگر یاد رہے کہ مَیں ظلّی نبی ہوں یعنی میں رسول اللہ ﷺ کا امتی اور آپ تابع نبی ہوں اور بغیر کسی نئی شریعت کے ہوں۔

اس کے بعد آپ ہمیشہ ہی ہر اس شخص کو جو آپ کے نبی ہونے کے بارہ میں شک کرتا تھا، اصرار کے ساتھ وضاحت سے بتاتے رہے کہ ان معنوں میں میں نبی ہوں۔ اور جہاں کہیں بھی آپ نے اس کے بعد نبوت کا انکار کیا ہے ہمیشہ صرف ایسی نبوت کا انکار کیا ہے جو نبی کریم ﷺ کی تابع نہ ہو آپ سے فیض یافتہ نہ ہو اور نئی شریعت والی ہو۔ آپؑ نے ''ختم نبوت'' کے مروّجہ عام طور پر مفہوم میں وحی الٰہی سے کی جانے والی اس تبدیلی کا ذکر بڑی وضاحت سے فرمایا ہے۔ چنانچہ حقیقۃ الوحی میں آپؑ پہلے ایک معترض کا ایک اعتراض درج کرتے ہیں اور پھر اس کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

''سوال (۱) تریاق القلوب کے صفحہ ۱۵۷ میں (جو میری کتاب ہے) لکھا ہے: اس جگہ کسی کو یہ وہم نہ گزرے کہ میں نے اس تقریر میں اپنے نفس کو حضرت مسیح پر فضیلت دی ہے کیونکہ یہ ایک جزئی فضیلت ہے کہ جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔

پھر ریویو جلد اول نمبر ۶ صفحہ ۲۵۷ میں مذکور ہے: خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔

پھر ریویو صفحہ ۴۷۸ میں لکھا ہے: مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہرگز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہرگز دکھلا نہ سکتا۔

خلاصہ اعتراض یہ کہ ان دونوں عبارتوں میں تناقض ہے۔

الجواب: یاد رہے کہ اس بات کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ مجھے ان باتوں سے نہ کوئی خوشی ہے نہ کچھ غرض کہ میں مسیح موعود کہلاؤں یا

مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں بہتر ٹھیراؤں۔ خدا نے میرے ضمیر کی اپنی اس پاک وحی میں آپ ہی خبر دی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے قُلْ اُجَرِّدُ نَفْسِی مِنْ ضُرُوْبِ الْخِطَابِ یعنی ان کو کہہ دے کہ میرا تو یہ حال ہے کہ میں کسی خطاب کو اپنے لئے نہیں چاہتا یعنی میرا مقصد اور میری مراد ان خیالات سے برتر ہے۔ اور کوئی خطاب دینا یہ خدا کا فعل ہے۔ میرا اس میں دخل نہیں ہے۔

رہی یہ بات کہ ایسا کیوں لکھا گیا اور کلام میں یہ تناقض کیوں پیدا ہو گیا، سو اس بات کو توجہ کر کے سمجھ لو کہ یہ اُسی قسم کا تناقض ہے کہ جیسے براہین احمدیہ میں میں نے یہ لکھا تھا کہ مسیح ابن مریم آسمان سے نازل ہو گا، مگر بعد میں یہ لکھا کہ آنے والا مسیح میں ہی ہوں۔ اس تناقض کا بھی یہی سبب تھا کہ اگرچہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی تھی، مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر سے نازل ہونگے اس لئے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل کرنا نہ چاہا بلکہ اس وحی کی تاویل کی اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا اور اسی کو براہین احمدیہ میں شائع کیا۔ لیکن بعد اس کے اس بارہ میں بارش کی طرح وحی الٰہی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا تھا تو ہی ہے۔ اور ساتھ اس کے صدہا نشان ظہور میں آئے اور زمین و آسمان دونوں میری تصدیق کے لئے کھڑے ہو گئے اور خدا کے چمکتے ہوئے نشان میرے پر جبر کر کے مجھے اس طرف لے آئے کہ آخری زمانہ میں مسیح آنے والا میں ہی ہوں۔ ورنہ میرا اعتقاد تو وہی تھا جو میں نے براہین احمدیہ میں لکھ دیا تھا.......... اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے؟ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے۔ اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔.......... خلاصہ یہ کہ میری کلام میں کچھ تناقض نہیں۔ میں تو خدا تعالیٰ کی وحی کا پیروی کرنے والا ہوں۔ جب تک مجھے اس سے علم نہ ہوا میں وہی کہتا رہا جو اوائل میں میں نے کہا اور جب مجھ کو اس کی طرف سے علم ہوا تو میں نے اس کے مخالف کہا۔ میں انسان ہوں۔ مجھے عالم الغیب ہونے کا دعویٰ نہیں...... ''۔ (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۵۲ تا ۱۵۴)

اس سے ثابت ہوا کہ آپؑ نے نبوت کی عمومی تعریف میں خصوصاً اپنی نبوت کے بارہ میں اپنے سابقہ موقف میں وحی الٰہی کی بناء پر تبدیلی فرمائی تھی۔ آپ پہلے اپنے آپ کو نبی نہ سمجھتے تھے بلکہ اپنے الہامات میں جہاں جہاں ''نبی'' کا لفظ پاتے اس کی تاویل فرماتے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے بار بار تصریح فرمائی کہ تو درحقیقت نبی ہے تو آپؑ نے علی الاعلان اس بات کا بار بار اظہار فرمایا۔

مگر غیر مبایعین حضورؑ کے صرف سابقہ عقیدہ کو ہی پیش کرتے ہیں اور آپ کے وحی الٰہی کے تابع اس تصحیح شدہ عقیدہ سے جان بوجھ کر آنکھیں بند کر لیتے ہیں جس کا آپ نے بڑے اصرار کے ساتھ بار بار اعلان فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بھی بعض لوگ بعض باتیں جو اُن کے مزاج کے مطابق ہوتیں مان لیتے تھے اور بعض باتیں جو اُن کی طبع پر گراں گزرتیں ان کا انکار کر دیتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ کیسے لوگ ہیں کہ يَقُولُونَ نُؤمِنُ بِبعَض وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلا۔ (النساء: ۱۵۱)

حضرت مسیح موعودؑ کا نبوت پر اصرار

الفضل انٹرنیشنل کے ۴؍ فروری ۲۰۰۰ء میں خالد احمدیت حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس رضی اللہ عنہ کا جو مقالہ نشر ہوا ہے اس میں آپ نے حضور اقدس علیہ السلام کی متعدد تحریرات درج فرمائی ہیں جن میں حضورؑ نے بار بار اپنی ظلی نبوت کا اعلان فرمایا ہے۔ خاکسار یہاں بعض مزید مفید حوالے درج کرتا ہے جن میں سے بعض آپؑ کی عربی کتب سے ماخوذ ہیں۔ یہ تحریرات مسئلہ نبوت کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ آپؑ کی اپنے آقا و مولیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ سے حد درجہ محبت و فدائیت پر بھی روشن دلیل ہیں۔

(۱)۔ حضور اقدس علیہ السلام نے امریکی پادری ڈاکٹر جان الیگزانڈر ڈوئی (جو بعد میں آپ کی دعائے مباہلہ سے واصل جہنم ہوا) کو مخاطب کر کے فرمایا:

ترجمہ: واللہ، میں ہی وہ مسیح موعود ہوں جس کے آخری زمانہ میں، جبکہ ضلالت پھیل جائے گی، آنے کا وعدہ دیا گیا ہے۔ عیسیٰ یقیناً فوت ہو گیا ہے اور مذہب تثلیث جھوٹ اور باطل ہے۔ تُو یقیناً اپنے دعویٰ نبوت میں اللہ پر افتراء کر رہا ہے۔ نبوت تو ہمارے نبی کریم ﷺ پر ختم ہو گئی۔ اور اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن جو سابقہ صحف سے بہتر ہے اور اب کوئی شریعت نہیں مگر شریعت محمدیہ۔ تاہم میں خیر البشر ؐ کی زبانِ مبارک سے ''نبی'' کا نام دیا گیا ہوں اور یہ ظلّی بات ہے اور آپؐ کی پیروی کی برکات کا نتیجہ ہے۔ میں اپنے آپ میں کوئی ذاتی خوبی نہیں دیکھتا بلکہ میں نے جو کچھ بھی پایا ہے اُسی مقدس نفس کے واسطہ سے ہی پایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے میری نبوت سے مراد صرف کثرت مکالمہ و مخاطبہ لیا ہے۔ اور اس پر اللہ کی لعنت ہے جو اس سے زائد

چاہے یا اپنے آپ کو کچھ سمجھے یا اپنی گردن کو نبی اکرم ﷺ کی نبوت کے جوئے سے باہر نکالے۔

ہمارے رسول خاتم النبیین ہیں اور ان پر نبیوں کا سلسلہ اختتام کو پہنچا۔ پس اب کسی کا حق نہیں کہ ہمارے رسول مصطفیٰؐ کے بعد مستقل طور پر نبوت کا دعویٰ کرے۔ آپؐ کے بعد صرف کثرت مکالمہ و مخاطبہ باقی ہے اور اس کے لئے بھی یہ شرط ہے کہ آپؐ کا متبع ہو۔ آپؐ کی پیروی کے بغیر یہ بات بھی ممکن نہیں۔ اور اللہ کی قسم مجھے یہ مقام نہیں ملا مگر مصطفوی شعاعوں کی پیروی کی بدولت اور میں مجازی طور پر نبی کا نام دیا گیا ہوں نہ کہ حقیقی طور پر۔ پس یہاں نہ اللہ کی غیرت بھڑکتی ہے نہ اس کے رسول کی۔ کیونکہ میں تو نبی (کریم ﷺ) کے پروں تلے پرورش پاتا ہوں اور میرا یہ قدم نبی کریم ﷺ کے (مبارک) قدموں تلے ہے۔

مزید برآں یہ کہ میں نے اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کہا بلکہ میں نے تو اس کی پیروی کی ہے جو میرے رب کی طرف سے مجھے وحی کیا گیا ہے۔ اس کے بعد میں مخلوق کی دھمکیوں سے ڈرنے والا نہیں۔ ہر کوئی اپنے عمل کے بارہ میں قیامت کے دن پوچھا جائے گا اور کوئی چھپی ہوئی چیز بھی اللہ پر مخفی نہیں''۔ (الاستفتاء، ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحات ۶۳۶ تا ۶۳۸)

(۲)۔ ایک اور عربی تحریر میں فرماتے ہیں:

ترجمہ: یقیناً ہم مسلمان ہیں۔ اللہ کی کتاب فرقان پر ہمارا ایمان ہے۔ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے آقا و مولا محمد (ﷺ) اس کے نبی اور رسول ہیں اور یہ کہ آپ بہترین دین لے کر آئے ہیں۔ نیز ہمارا ایمان ہے کہ آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں مگر وہی جس نے آپ کے فیض سے پرورش پائی اور آپ کے وعدہ نے اسے ظاہر کیا۔

............ہمارے نزدیک ''ختم نبوت'' کا مطلب یہ ہے کہ نبوت کے کمالات ہمارے نبی جو کہ اللہ کے جملہ رسولوں اور انبیاء میں سب سے افضل ہیں، پر ختم ہو گئے ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا مگر وہی جو آپ کی امت میں سے ہو اور آپؐ کے کامل ترین پیروکاروں میں سے ہو اور جس نے آپؐ ہی کی روحانیت سے جملہ فیوض حاصل کئے ہوں اور آپؐ ہی کی روشنی سے روشن ہوا ہو۔ کیونکہ ایسی صورت میں کوئی غیر نہیں ہوتا اور نہ ہی غیرت کا کوئی سوال پیدا ہوتا ہے اور کوئی اور نبوت نہیں بنتی اور نہ کوئی حیرت کی وجہ پیدا ہوتی ہے بلکہ احمد (ﷺ) ہی ہیں جو ایک اور آئینہ میں ہیں اور کوئی انسان اپنی اس تصویر پر غیرت نہیں کھاتا جو اسے اللہ تعالیٰ آئینے میں دکھاتا ہے۔ شاگردوں اور بیٹوں پر بھلا کب غیرت بھڑکتی ہے۔......

اس امت میں جس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا مگر اس نے یہ عقیدہ نہ رکھا کہ وہ ہمارے آقا و مولا خیر البشر محمد (ﷺ) سے تربیت یافتہ ہے اور یہ یقین نہ رکھا کہ وہ اس اسوہ حسنہ کی پیروی کئے بغیر کچھ چیز نہیں اور یہ کہ قرآن کریم پر سب شریعتیں ختم ہو گئیں تو ایسا شخص یقیناً ہلاک ہو گیا اور اس نے اپنے آپ کو کافروں اور بدکاروں میں شامل کر لیا۔

جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کرے مگر یہ ایمان نہ رکھے کہ وہ آپؐ کی امت میں سے ہے اور یہ کہ اس نے جو کچھ بھی پایا آپؐ ہی کے فیضان سے پایا اور یہ کہ وہ آپؐ ہی کے بستان کا پھل ہے اور آپ ہی کی موسلادھار بارش کا قطرہ ہے اور آپ ہی کی چمکار کی لَو ہے تو ایسا شخص لعنتی ہے۔ اس پر اور اس کے انصار و مددگار اور پیروکار ہیں اللہ کی لعنت ہے۔ (مواہب الرحمٰن۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۲۸۵ تا ۲۸۷)

(۳)۔ ایک اور جگہ فرمایا:

ترجمہ: اے مردان میدان اور فقہاء زمان اور علماء عصرِ حاضر، اور فضلاء عالَم، آپ لوگ مجھے ایک ایسے شخص کے بارہ میں فتویٰ دیں جو کہتا ہے کہ میں اللہ کی طرف سے ہوں اور اس کے لئے خدا کی حمایت اس طرح ظاہر ہوئی ہے جیسے چاشت کے وقت کا سورج، اور اس کی صداقت کے انوار اس طرح روشن ہیں جیسے چودھویں کا چاند۔ نیز اس کی خاطر اللہ نے روشن نشان دکھائے ہیں اور جس کام کو بھی کرنے کا اس نے ارادہ کیا خدا اس میں اس کی مدد کے لئے کھڑا ہو گیا۔ نیز اس نے اس کی دعاؤں کو سنا، خواہ وہ احباب کے بارہ میں تھیں یا دشمنوں کے بارہ میں۔ یہ بندہ کوئی بات نہیں کہتا مگر وہی جو نبی کریم ﷺ نے کہی ہو اور وہ ہدایت سے ایک قدم بھی باہر نہیں نکالتا۔ یہ شخص کہتا ہے کہ یقیناً اللہ نے مجھے اپنی وحی کے ذریعہ نبی کا نام دیا ہے، نیز قبل ازیں بھی ہمارے رسول مصطفیٰ کی زبان مبارک سے مجھے نبی کا نام دیا گیا ہے۔ اور نبوت سے اس کی مراد بجز اس کے کچھ نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بکثرت شرف مکالمہ پاتا ہے اور اللہ سے بکثرت غیبی خبریں پاتا ہے اور بکثرت وحی پاتا ہے۔ نیز کہتا ہے کہ نبوت سے ہماری مراد وہ نہیں ہے جو پہلے صحائف میں ہے۔ بلکہ یہ ایک ایسا درجہ ہے جو ہمارے نبی خیر الوریٰ کی پیروی کئے بغیر نہیں مل سکتا۔ اور جس کو بھی یہ درجہ ملتا ہے ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ ایسا کلام کرتا ہے جو بہت زیادہ اور بہت واضح ہوتا ہے۔ مگر شریعت اپنی اصل حالت پر ہی رہتی ہے۔ نہ اس سے کوئی حکم کم ہوتا ہے، نہ اس میں کسی ہدایت کی زیادتی ہوتی ہے۔

نیز یہ مدعی کہتا ہے کہ میں نبی اکرمؐ کی امت کا ایک فرد ہوں، اس کے باوجود اللہ نے نبوت محمدیہ کے فیوض کے تحت مجھے نبی کا نام دیا ہے، اور اس نے میری طرف وہ وحی کی جو اس نے کی۔ پس نہیں ہے میری نبوت مگر آپؐ ہی کی نبوت۔ اور نہیں ہیں میرے دامن میں مگر آپؐ ہی کے انوار اور آپؐ ہی

کی شعاعیں۔اگر آپؐ نہ ہوتے تو میں ہر گز کوئی قابلِ ذکر چیز نہ ہوتا اور نہ ہی اس لائق تھا کہ میرا نام لیا جاتا۔

نبی تو اپنے روحانی فیض سے پہچانا جاتا ہے۔پس یہ کیسے ممکن ہے کہ ہمارے نبی اکرمؐ کے فیض ظاہر نہ ہوتے جبکہ آپؐ سب نبیوں سے افضل اور فیض رسانی میں سب سے بڑھ کر اور درجہ میں سب سے اعلیٰ اور ارفع ہیں۔اُس دین کی بھلا حقیقت ہی کیا ہے جس کا نور دل کو روشن نہ کرے اور جس کی دوا پیاس نہ بجھائے اور جس کا وجود دلوں کو نہ گرمائے اور جس کی طرف کوئی ایسی خوبی منسوب نہ کی جاسکے جس کا ظاہر ہونا حجت تمام کر دے۔

پھر ایسا دین چیز ہی کیا ہے جو مومن کو کفر وانکار کرنے والے سے ممتاز نہ کر دے اور جس میں داخل ہونے والا ایسا ہی رہے جیسا کہ اس سے نکل جانے والا اور دونوں میں کوئی فرق ہی نظر نہ آوے............ جس نبی میں فیض رسانی کی صفت ناپید ہو اس کی سچائی پر کوئی دلیل قائم نہیں ہو سکتی اور اس کے پاس آکر بھی کوئی اسے نبی نہیں کہہ سکتا۔اس کی مثال ایسے چرواہے کی سی نہیں جو اپنی بھیڑ بکریوں پر پتے جھاڑتا ہو اور انہیں پانی پلاتا ہو بلکہ وہ تو انہیں پانی اور چارہ سے دور رکھتا ہے۔

اور تم جانتے ہو کہ ہمارا دین زندہ دین ہے اور ہمارے نبیؐ مُردوں کو جلا بخشتے ہیں اور آپؐ آسمان سے اترنے والی بارش کی طرح عظیم الشان برکات لے کر آئے ہیں۔کسی دین کی مجال نہیں کہ وہ ان اعلیٰ صفات میں اس کے آگے دم مار سکے۔اس نہایت روشن دین کے سوا کسی اور دین میں یہ طاقت ہی نہیں کہ وہ انسان سے اس کے حجابوں کا بوجھ اتارے اور اللہ تعالیٰ کے قصر اور اس کے دَر تک پہنچائے۔اور اس بات میں شک کرنے والا اندھا ہی ہو گا''۔

(الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی۔روحانی خزائن جلد ۲۲۔صفحہ ۶۸۸، ۶۸۹)

(۴)۔پھر آپؑ فرماتے ہیں:

''......اور میں اسی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جیسا کہ اس نے ابراہیمؑ سے مکالمہ ومخاطبہ کیا اور پھر اسحٰقؑ سے اور اسمٰعیلؑ سے اور یعقوبؑ سے اور یوسفؑ سے اور موسیٰؑ سے اور مسیحؑ ابن مریم سے اور سب کے بعد ہمارے نبی ﷺ سے ایسا ہمکلام ہوا کہ آپؐ پر سب سے زیادہ روشن اور پاک وحی نازل کی، ایسا ہی اس نے مجھے بھی اپنے مکالمہ مخاطبہ کا شرف بخشا۔مگر یہ شرف مجھے محض آنحضرت ﷺ کی پیروی سے حاصل ہوا۔اگر میں آنحضرت ﷺ کی امت نہ ہوتا اور آپؐ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں کبھی یہ شرف مکالمہ ومخاطبہ ہر گز نہ پاتا۔کیونکہ اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے امّتی ہو۔پس اسی بناء پر میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی اور میری نبوت یعنی مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کا ایک ظل ہے اور بجز اس کے میری نبوت کچھ بھی نہیں۔وہی نبوت محمدیہ ہے جو مجھ میں ظاہر ہوئی ہے۔اور چونکہ میں محض ظلّ ہوں اور امّتی ہوں اس لئے آنجنابؐ کی اس سے کچھ کسرِ شان نہیں......''۔

(تجلیات الٰہیہ۔روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۱۱، ۴۱۲)

(۵)۔اسی طرح آپ نے تحریر فرمایا کہ:

''یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعوے میں نبی کا نام سن کر دھوکہ کھاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ گویا میں نے اس نبوت کا دعویٰ کیا ہے جو پہلے زمانوں میں براہ راست نبیوں کو ملی ہے لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں۔میرا ایسا دعویٰ نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت ﷺ کے افاضۂ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے یہ مرتبہ بخشا ہے کہ آپ کے فیض کی برکت سے مجھے نبوت کے مقام تک پہنچایا۔اس لئے میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔اور میری نبوت آنحضرت ﷺ کی ظل ہے نہ کہ اصلی نبوت اسی وجہ سے حدیث اور میرے الہام میں جیسا کہ میرا نام نبی رکھا گیا ایسا ہی میرا نام امتی بھی رکھا ہے تا معلوم ہو کہ ہر ایک کمال مجھ کو آنحضرت ﷺ کی اتباع اور آپ کے ذریعہ سے ملا ہے''۔(حقیقۃ الوحی۔روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۵۴۔حاشیہ)

(۶)۔پھر فرمایا:

''......سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔(دافع البلاء۔روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۳۱)

(۷)۔نیز فرمایا:

''......دنیا میں کوئی نبی نہیں گزرا جس کا نام مجھے نہیں دیا گیا۔سو جیسا کہ براہین احمدیہ میں خدا نے فرمایا ہے میں آدمؑ ہوں، میں نوحؑ ہوں، میں ابراہیمؑ ہوں، میں اسحٰقؑ ہوں، میں یعقوبؑ ہوں، میں اسماعیلؑ ہوں، میں موسیٰؑ ہوں، میں داؤدؑ ہوں، میں عیسیٰؑ ابن مریم ہوں، میں محمد ﷺ ہوں یعنی بروزی طور پر جیسا کہ خدا نے اسی کتاب میں یہ سب نام مجھے دیئے اور میری نسبت جَرِیُ اللّٰہِ فِی حُلَلِ الْاَنْبِیَاء فرمایا یعنی خدا کا رسول نبیوں کے پیرایوں میں۔سو ضرور ہے کہ ہر ایک نبی کی شان مجھ میں پائی جاوے............''۔(تتمہ حقیقۃ الوحی۔روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۵۲۱)

(۸)۔پھر آپؑ فرماتے ہیں:

''نبوت اور رسالت کا لفظ خدا تعالیٰ نے اپنی وحی میں میری نسبت صدہا مرتبہ استعمال کیا ہے مگر اس لفظ سے صرف وہ مکالمات مخاطبات الٰہیہ مراد ہیں

جو بکثرت ہیں اور غیب پر مشتمل ہیں۔ اس سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ ہر ایک شخص اپنی گفتگو میں ایک اصطلاح اختیار کر سکتا ہے۔لِکُلٍّ اَنْ یَّصْطَلِحَ۔ سو خدا کی یہ اصطلاح ہے جو کثرت مکالمات و مخاطبات کا نام اس نے نبوت رکھا ہے یعنی ایسے مکالمات جن میں اکثر غیب کی خبریں دی گئی ہیں۔ اور لعنت ہے اس شخص پر جو آنحضرت ﷺ کے فیض سے علیحدہ ہو کر نبوت کا دعویٰ کرے۔ مگر یہ نبوت آنحضرت ﷺ کی نبوت ہے نہ کوئی نئی نبوت اور اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ اسلام کی حقانیت دنیا پر ظاہر کی جائے اور آنحضرت ﷺ کی سچائی دکھلائی جائے''۔

(چشمۂ معرفت۔ روحانی خزائن جلد ۲۳ مطبوعہ لندن صفحہ ۳۴۱)

(۹)۔ پھر تحریر فرمایا:

''...... میں اس کے رسول پر دلی صدق سے ایمان لایا ہوں اور جانتا ہوں کہ تمام نبوتیں اس پر ختم ہیں اور اس کی شریعت خاتم الشرائع ہے مگر ایک قسم کی نبوت ختم نہیں یعنی وہ نبوت جو اس کی کامل پیروی سے ملتی ہے اور جو اس کے چراغ میں سے نور لیتی ہے۔ وہ ختم نہیں کیونکہ وہ محمدی نبوت ہے یعنی اس کا ظل ہے اور اسی کے ذریعہ سے ہے اور اسی کا مظہر ہے اور اسی سے فیضیاب ہے......''۔ (چشمہ معرفت۔ روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۳۴۰)

نبیٔ مجازی اور نبیٔ حقیقی کا اصل مفہوم

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے انکار میں ''جماعت لاہور'' کی طرف سے انٹرنیٹ پر ایک دلیل یہ دی گئی ہے کہ آپ نے خود فرمایا ہے کہ میں مستقل نبی نہیں ہوں بلکہ میں علی سبیل المجاز والاستعارہ نبی ہوں۔

اہل پیغام کا یہ دھوکہ کسی ایسے شخص پر تو شاید چل جائے جس نے حضورؑ کی جملہ تحریرات نہ پڑھی ہوں مگر ان پر نہیں چل سکتا جنہوں نے حضرت اقدسؑ کی جملہ تحریرات پڑھی ہوں اور جن کا آپ کی زبان یا قلم مبارک سے نکلے ہوئے ایک ایک لفظ پر سچا ایمان ہو۔ آپؑ نے خود ہر جگہ اپنے ''غیر مستقل نبی'' یا ''مجازی نبی'' یا علی سبیل الاستعارہ نبی'' ہونے کی وضاحت فرما دی ہے۔

اول

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے آخری سفر لاہور کے دوران اپنی وفات سے چند روز قبل بعض معززین کو عشائیہ دیا جس میں آپ نے ایک خطاب فرمایا۔ آپ کی وفات سے تین روز قبل 'اخبار عام 'لاہور نے یہ غلط خبر اڑائی کہ نعوذ باللہ آپ نے اس لیکچر میں اپنے نبی ہونے کا انکار فرمایا ہے۔ حضور اقدسؑ کو جونہی اس کا علم ہوا آپ نے فوراً اس اخبار کے مدیر کو ایک وضاحتی خط تحریر فرمایا۔ (یہ خط حضرت اقدسؑ نے ۲۳ر مئی ۱۹۰۸ء کو لکھا تھا اور ''اخبار عام'' میں ہی ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء میں آپ کی وفات کے روز شائع ہوا تھا)۔ اس میں آپؑ نے اس خبر کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

''...... واضح ہو کہ اس جلسہ میں مَیں نے صرف یہ تقریر کی تھی کہ میں ہمیشہ اپنی تالیفات کے ذریعہ سے لوگوں کو اطلاع دیتا رہا ہوں اور اب بھی ظاہر کرتا ہوں کہ یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا اور جس کے معنے ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعت اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں اور آنحضرت ﷺ کی اقتداء اور متابعت سے باہر جاتا ہوں، یہ الزام صحیح نہیں ہے بلکہ ایسا دعویٔ نبوت میرے نزدیک کفر ہے۔ اور نہ آج سے بلکہ اپنی ہر کتاب میں ہمیشہ میں یہی لکھتا آیا ہوں کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعویٰ نہیں اور یہ سراسر میرے پر تہمت ہے۔ اور جس بنا پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہوں اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے۔ اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا ہے اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے پر کھولتا ہے کہ جب تک انسان کو اُس کے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو دوسرے پر وہ اسرار نہیں کھولتا۔ اور انہیں امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہو گا۔ اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک جو اس دنیا سے گزر جاؤں۔

مگر میں ان معنوں سے نبی نہیں ہوں کہ گویا اسلام سے اپنے تئیں الگ کرتا ہوں یا اسلام کا کوئی حکم منسوخ کرتا ہوں۔ میری گردن اس جوئے کے نیچے ہے جو قرآن شریف نے پیش کیا اور کسی کی مجال نہیں کہ ایک نقطہ یا ایک شعشہ قرآن شریف کا منسوخ کر سکے......''۔ (اخبار عام ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء)

جہاں تک ''نبی علی سبیل المجاز'' یا ''**نبی علی سبیل الاستعارہ**'' کا تعلق ہے تو گزشتہ سطور میں مذکور حوالہ جات میں سے سب سے پہلے حوالہ میں آپ نے خود ہی وہیں اس کی وضاحت فرما دی ہے کہ:۔

''پس اب کسی کا حق نہیں کہ ہمارے رسول مصطفیٰؐ کے بعد مستقل طور پر نبوت کا دعویٰ کرے۔ آپؐ کے بعد صرف کثرت مکالمہ و مخاطبہ باقی ہے

اور اس کے لئے بھی یہ شرط ہے کہ آپؐ کا متبع ہو۔ آپؐ کی پیروی کے بغیر یہ بات بھی ممکن نہیں۔ اور اللہ کی قسم مجھے یہ مقام نہیں ملا مگر مصطفوی شعاعوں کی پیروی کی بدولت اور میں مجازی طور پر نبی کا نام دیا گیا ہوں نہ کہ حقیقی طور پر۔ پس یہاں نہ اللہ کی غیرت بھڑکتی ہے نہ اس کے رسول کی کیونکہ میں تو نبی کریم (ﷺ) کے پیروں تلے پرورش پاتا ہوں اور میرا یہ قدم نبی کریم ﷺ کے مبارک قدموں تلے ہے''۔

کیا ان الفاظ میں حضورؑ نے خود ہی اپنے مجازی طور پر نبی ہونے کی وضاحت نہیں فرما دی کہ اس سے مراد یہ ہے کہ نہ میں مستقل (یعنی آزاد) نبی ہوں نہ شرعی میں نے رسول اللہ ﷺ کے زیر سایہ پرورش و تربیت پائی ہے اور آپؐ کے قدموں میں بیٹھنے کے طفیل ہی یہ مرتبہ مجھے ملا ہے۔ ؎

اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے، میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

پس جب اپنے مجازاً اور استعارۃً نبی ہونے کا مفہوم آپؑ خود بیان فرما رہے ہیں تو اہل پیغام کو قطعاً یہ حق نہ تھا کہ آپ کے کلمات مبارکہ کی تاویل کرتے خصوصاً ایسی تاویل جو آپؑ کے بیان فرمودہ مفہوم کے سراسر خلاف ہو۔ یہ مذموم جسارت، حد درجہ کی خیانت ہے اور خدا تعالیٰ کے دربار میں عجیب بے باکی۔

خود اُن کے گھر سے گواہ

اگر اہل پیغام کو حضور اقدس علیہ السلام کے یہ دو حوالے کافی نہ ہوں تو لیجئے ہم خود ان کے گھر سے گواہ پیش کر دیتے ہیں۔ ہماری مراد شیخ عبدالرحمٰن مصری صاحب سے ہے۔ انہوں نے جماعت احمدیہ سے اخراج کی سزا پانے سے پہلے کے زمانہ میں ایک بار ایک گواہی دی تھی جس میں وہ حضور اقدسؑ کے ''نبی علی سبیل المجاز'' ہونے کی یہ تفسیر کرتے ہیں:

''............ میں اب بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علی سبیل المجاز ہی نبی سمجھتا ہوں، یعنی شریعت جدیدہ کے بغیر نبی، اور نبی کریم ﷺ کی اتباع کی بدولت اور حضورؐ کی اطاعت میں فنا ہو کر حضورؐ کا کامل بروز ہو کر مقام نبوت کو حاصل کرنے والا نبی۔ میرے اس عقیدہ کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقاریر و تحریرات اور جماعت احمدیہ کا متفقہ عقیدہ تھا''۔ (عبدالرحمٰن، ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ ۲۴/ اگست ۱۹۳۵ء)

دوم

امر واقع یہ ہے کہ حقیقت و مجاز کے الفاظ کا استعمال ایک نسبتی اور اضافی امر ہے۔ ایک چیز اپنی ذات میں ایک حقیقت ہوتی ہے مگر ایک دوسری چیز کی نسبت سے وہ حقیقت نہیں رہتی بلکہ مجاز قرار پاتی ہے۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنی کتب میں ''حقیقی نبوت'' کی اصطلاح بعض مقامات پر تشریعی اور مستقل نبی کے معنوں میں استعمال فرمائی ہے اور بعض جگہ صرف تشریعی نبی کے معنوں میں۔ ان معنوں اور اصطلاح میں ہم آپؑ کو حقیقی نبی قرار نہیں دیتے مگر ہمارے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا کامل ظل ہونے کے لحاظ سے آپ یقیناً کامل نبی تھے اور ''کامل ظلّی نبوت'' بھی اپنی ذات میں ایک حقیقت ہے، چنانچہ حضور اقدسؑ فرماتے ہیں:

''ایک قسم کی نبوت ختم نہیں یعنی وہ نبوت جو اس (یعنی آنحضرت ﷺ) کی کامل پیروی سے ملتی ہے اور جو اس کے چراغ میں سے نور لیتی ہے۔ وہ ختم نہیں کیونکہ وہ محمدی نبوت ہے یعنی اس کا ظل''۔ (چشمۂ معرفت، روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۳۴۰)

''حقیقی آدم'' اور ''حقیقی کتاب''

مزید وضاحت کے لئے ہم ذیل میں حضرت اقدسؑ کی ایسی تحریرات پیش کرتے ہیں جن میں آپ نے ''حقیقی'' اور ''مجازی'' کے الفاظ کا استعمال فرمایا ہے۔ انشاء اللہ العزیز اس سے بات بالکل کھل جائے گی۔ آپ فرماتے ہیں:

''ہمارے نبی ﷺ روحانیت قائم کرنے کے لحاظ سے آدم ثانی تھے، بلکہ حقیقی آدم وہی تھے جن کے ذریعہ اور طفیل سے تمام انسانی فضائل کمال کو پہنچے''۔ (لیکچر سیالکوٹ۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۲۰۷)

پھر آپؑ گزشتہ کتب سماویہ کا قرآن کریم سے موازنہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''وہ کتابیں حقیقی کتابیں نہیں تھیں بلکہ وہ صرف چند روزہ کارروائی تھی۔ حقیقی کتاب دنیا میں ایک ہی آئی جو ہمیشہ کے لئے انسانوں کی بھلائی کے لئے تھی''۔ (منن الرحمٰن، روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۱۵۲)

اب ''اہل پیغام'' بتائیں کہ جب حضور اقدسؑ کے نزدیک نبی اکرم ﷺ ہی آدم حقیقی تھے تو کیا حضرت آدمؑ اپنی ذات میں درحقیقت آدم نہ تھے؟ نیز جبکہ حضورؑ کے نزدیک تورات، زبور، انجیل وغیرہ حقیقی کتب نہیں تو کیا ان کتابوں کو لانے والے رسول اپنی ذات میں حقیقی نبی نہ تھے؟

حق یہ ہے کہ حضرت آدمؑ بھی حقیقی نبی تھے اور تورات و زبور و انجیل لانے والے انبیاء بھی حقیقی نبی تھے۔ ہاں حضرت آدمؑ، نبی اکرم ﷺ کے

مقابلہ میں حقیقی نبی نہ تھے۔اس طرح حضرت موسیٰ، داوٗد، عیسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام گو سب اپنی ذات میں حقیقی نبی تھے مگر نبی کریم ﷺ کے مقابلہ میں حقیقی نبی نہ تھے اور جب وہ حقیقی نبی نہ تھے تو اس نسبت سے مجازی نبی تھے!! اور انہی معنوں میں حضرت مسیح موعودؑ بھی مجازی نبی تھے اگرچہ اپنی ذات میں وہ حقیقی نبی تھے۔

حقیقی مہدی یا مجازی مہدی؟!

آپؑ فرماتے ہیں:

''حقیقی اور کامل مہدی دنیا میں صرف ایک ہی ہے یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ جو محض امّی تھا''۔(اربعین نمبر۲۔روحانی خزائن جلد۱۷صفحہ ۳۶۰)

''کامل اور حقیقی مہدی دنیا میں صرف ایک ہی آیا ہے جس نے بغیر اپنے ربّ کے کسی استاد سے ایک حرف نہیں پڑھا''۔

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد۱۷صفحہ ۲۵۵)

کیا اہلِ پیغام اس تحریر کی بنا پر حضور اقدسؑ کے حقیقی مہدی ہونے سے انکار کر دیں گے؟

بات یہ ہے کہ اگرچہ حضرت مسیح موعودؑ بھی اپنی ذات میں حقیقی مہدی ہیں لیکن نبی کریم ﷺ کی نسبت سے دوسرے تمام انبیاء کی طرح آپ کی حیثیت بھی ایک ظلّی اور مجازی مہدی کی ہے۔اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ اپنی ذات میں تو حقیقی نبی ہیں لیکن نبی اکرم ﷺ کی نسبت سے آپ مجازی نبی ہیں کیونکہ آپ کو جو کچھ ملا وہ مجازی اور ظلّی حیثیت ہی رکھتا ہے۔اسی لئے آپ نے اپنی کتاب ''الاستفتاء'' میں فرمایا:

''سُمِّیْتُ نَبِیًّا مِنَ اللّٰہِ عَلٰی طَرِیْقِ الْمَجَازِ لَا عَلٰی وَجْہِ الْحَقِیْقَۃِ'' کہ میرا نام اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجاز کے طور پر نبی رکھا گیا ہے نہ کہ حقیقی طور پر۔یعنی آپ نے مقام نبوت آنحضرت ﷺ کے طفیل اور واسطہ سے حاصل کیا اور آپ ظلّی نبی یا امّتی نبی ہیں، نہ کہ تشریعی یا مستقل نبی جسے نبی اکرم ﷺ کی اتباع کی ضرورت نہ ہو۔

پس حضور کی تحریر میں ''مجازی نبی'' کے لفظ سے کسی کو نہ تو خود دھوکہ کھانا چاہئے اور نہ ہی دوسروں کو دھوکہ دینے کی کوشش میں حقیقت اور امر واقع کو جھٹلانے کی خیانت کرنی چاہئے کیونکہ یہاں ''مجاز'' کا لفظ نسبتی چیز ہے۔جو مقام بھی کسی امتی کو ملتا ہے وہ اپنی ذات میں باوجود حقیقت ہونے کے، نبی کریم ﷺ کی نسبت سے مجازی یا ظلی یا طفیلی حیثیت اختیار کر جاتا ہے۔ کیونکہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''کوئی مرتبہ شرف و کمال کا اور کوئی مقام عزت اور قرب کا، بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی ﷺ کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے۔ہمیں جو کچھ ملتا ہے ظلّی اور طفیلی طور پر ملتا ہے''۔(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد۳صفحہ ۱۷۰)

یہ عبارت بالکل واضح ہے اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ امت میں جو شخص مومن ہو وہ ظلّی طور پر مومن ہوتا ہے۔جو ولی ہو، محدث ہو، غوث ہو، قطب ہو، محدث ہو، وہ یہ مرتبہ اور مقام ظلّی طور پر ہی حاصل کرتا ہے۔پس ظلّی کا لفظ جس طرح ان مراتب کے حقیقی ہونے کی نفی نہیں کرتا بلکہ صرف واسطہ کو ظاہر کرتا ہے، اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کے لئے ''ظلّی نبی'' کی اصطلاح میں لفظ ''ظلّی'' صرف واسطہ کو ظاہر کرتا ہے نہ کہ آپ کی نبوت کی نفی کرتا ہے۔یعنی اس سے صرف یہ مراد ہے کہ یہ مرتبہ آپؑ کو آنحضرت ﷺ کے طفیل ملا ہے۔

حقیقی مُحَدَّث یا مجازی مُحَدَّث؟

اہل پیغام، ذرا توجہ فرمایئے! حضورؑ کی مندرجہ بالا تحریر کی رو سے تو ''محدّثیت'' بھی ظلی اور طفیلی طور پر ہی ملتی ہے اور حضرت اقدس بھی ظلی اور طفیلی طور پر ہی مُحَدَّث ٹھہرتے ہیں۔پس آپ لوگ بتائیں کہ کیا آپ حضور اقدسؑ کو صرف ظلّی اور مجازی اور طفیلی طور پر ہی ''مُحَدَّث'' مانتے ہیں یا حقیقی مُحَدَّث؟

حقیقی مسیح موعود یا مجازی مسیح موعود!؟

اسی طرح ''اہل پیغام'' سے درخواست ہے کہ حضور اقدس علیہ السلام کے درج ذیل اقتباس پر بھی ذرا غور فرمائیں:

''یہ عاجز مجازی اور روحانی طور پر وہی مسیح موعود ہے جس کی قرآن اور حدیث میں خبر دی گئی ہے''۔(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد۳صفحہ ۲۳۱)

دیکھیں یہاں آپؑ نے اپنی مسیحیت کے بارہ میں بھی لفظ ''مجاز'' بالکل اسی طرح استعمال فرمایا ہے جیسے اپنی نبوت کے بارہ میں استعمال فرمایا ہے۔

''اہل پیغام'' بتائیں کہ وہ حضور اقدسؑ کو حقیقی مسیح موعود مانتے ہیں کہ صرف مجازی مسیح موعود؟ مگر یاد رہے کہ انہیں اس بات سے مفرّ نہیں کہ حضرت اقدسؑ کو واقعۃً حقیقی مسیح موعود اور حقیقی مہدی معہود مانیں کیونکہ آپؑ فرماتے ہیں:۔

''جو شخص مجھے فی الواقع مسیح موعود و مہدی معہود نہیں سمجھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے''۔ (کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۹)
حضور اقدسؑ کی ان تحریرات سے بالکل واضح ہو گیا ہے کہ غیر مستقل نبی، امتی نبی، ظلی نبی، مجازی نبی، بروزی نبی، طفیلی نبی، غیر حقیقی نبی، ناقص نبی جیسی اصطلاحات سے آپ کی صرف یہ مراد ہے کہ آپؑ صاحبِ شریعت جدیدہ نبی نہیں یا نبی کریمؐ کی پیروی سے آزاد نبی نہیں ہیں بلکہ آپ نبی کریمؐ کے کامل تابع نبی ہیں اور یہ کہ آپ کو یہ مرتبہ صرف اور صرف نبی کریم ﷺ کی کامل محبت اور کامل اتباع ہی کے طفیل ملا ہے۔ یہ خالص موہبت الٰہی تھی اور فیوض محمدیہ کا عظیم ثبوت۔ **ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْم** ۔(سورۃ الجمعۃ)

ایک اہم سوال

اسی طرح ''اہل لاہور'' سے التماس ہے کہ درج ذیل دو اہم امور کا جواب دیں۔
اول..... یہ کہ اگر حضور اقدسؑ فی الواقع اور درحقیقت نبی نہ تھے تو آپ نے بار بار لگاتار اور بڑی تاکید و اصرار کے ساتھ اپنے نبی ہونے کا اعلان کر کے کیوں امت مسلمہ میں ایک قیامت برپا کر دی اور خود اپنے ہاتھ سے اپنے مشن کے خلاف روکیں کھڑی کر دیں؟ سارے عالم اسلام بلکہ دوسرے ادیان کو بھی اپنے خلاف کیوں بھڑکایا؟ ایسی حرکت تو ایک عام سلیم العقل شخص بھی نہیں کر تا چہ جائیکہ وہ شخص ایسا کرے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کامل علم کی بنا پر اس زمانہ کی اصلاح کے لئے چنا تھا؟ کیا ان لوگوں کو خبر نہیں کہ آپ کا دعویٔ نبوت ہی تو تھا جو آپ پر ایمان لانے کی راہ میں لوگوں کے لئے سب سے بڑی روک بن کر کھڑا ہو گیا تھا؟ کیا انہوں نے پڑھا نہیں کہ بڑے بڑے جبہ پوش جو پہلے آپ کے ثنا خوان تھے (جن میں مولوی محمد حسین بٹالوی سرفہرست ہیں) آپ کے دعویٔ نبوت سے ہی تو سیخ پا ہوتے تھے اور کتنے ہی ایسے تھے جو آپ سے بار بار مطالبہ کرتے رہے کہ صرف نبوت کا دعویٰ واپس لے لو تو ہم فوراً تمہارے ساتھ ہو جاتے ہیں؟
پس ہمارا سوال یہ ہے کہ حضورؑ نے کیوں ایسا دعویٰ کیا جس کی آپ لوگوں کے زعم میں ایک وہم و خیال سے زیادہ حقیقت نہ تھی اور کیوں اس طرح ساری دنیا کو اپنے آپ سے متنفر کر دیا اور یوں غلبہ اسلام کے دن بظاہر دور کر دیئے؟ ان مولویوں کے مطالبہ پر آپ نے اپنا دعویٔ نبوت کیوں واپس نہ لے لیا تا کہ یہ سب مولوی، سجادہ نشین اور مفتیان دین اپنے پیرو کاروں سمیت فوج در فوج آپ کے جھنڈے تلے جمع ہو جاتے اور آپ ان کے ساتھ مل کر ان کے شانہ بشانہ غلبہ اسلام کے لئے کوشاں ہو جاتے جیسا کہ ''اہل پیغام'' نے جماعت مبایعین سے علیحدہ ہونے کے بعد ایسی بے سود کوششیں کیں؟
دوم...... قطع نظر اس کے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کی کیا حقیقت ہے اور کون سی شکل ہے، بات یہ ہے کہ جب آپؑ نے اپنی نبوت پر اس حد تک اور اس زور کے ساتھ، بار بار اور مسلسل اصرار کیا ہے تو آپ کی پیروی میں ''اہل پیغام'' ایسا کیوں نہیں کرتے؟ اور جو آپؑ نے کہا ویسا کیوں نہیں کہتے اور جیسے آپ نے بار بار اعلانات فرمائے ویسے اعلان یہ لوگ کیوں نہیں کرتے؟ آپؑ کی طرح پورا اور مکمل سچ کیوں نہیں بولتے؟ اس میں سے کچھ بتا کر باقی کیوں چھپا دیتے ہیں؟ آقا تو تادم آخریں یہی اعلان کرتا رہا کہ ''میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں انکار کروں تو میرا گناہ ہو گا''۔ مگر یہ عجیب خدام ہیں کہ آقاؑ کی نبوت کے انکار میں اتنے بے باک ہیں۔ اس بات کو ویسے ہی گناہ نہیں سمجھتے جیسے آقا مرتے دم تک سمجھتا رہا۔ کیا ان لوگوں کو اس مداہنت نے دنیا کے ہاں کچھ فائدہ دیا یا وہ سمجھتے ہیں کہ خدا کے ہاں یہ بات انہیں کوئی فائدہ دے گی؟ ہر گز، ہر گز نہیں۔ کیونکہ مداہنت خدا کو پسند نہیں۔
یہ لوگ گمان کرتے تھے کہ اس ''اقدام'' سے دوسرے مسلمان انہیں اپنی صفوں میں شامل ہونے دیں گے۔ چنانچہ انہیں خوش کرنے کے لئے انہوں نے حضرت اقدسؑ کی نبوت کا ہی انکار کر دیا حالانکہ اللہ اور اس کا رسول اس بات کے زیادہ حقدار تھے کہ یہ لوگ انہیں خوش کرتے۔ مگر نتیجہ کیا نکلا؟ یہ لوگ دوسرے مسلمانوں کی نظر میں کافر کے کافر ہی رہے اور ''مُذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِکَ'' ہو کر نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے۔

خدا کے نام پر التماس

اس وسوسہ کے ردّ کے آخری حصہ میں ''اہل پیغام'' سے درخواست ہے کہ خدا کے لئے ذرا ٹھنڈے دل سے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے کچھ سوچیں کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ حضور اقدسؑ کے درج ذیل الہامات پر بھی خدارا ذرا غور کریں کہ یہ بہت ڈرانے والے الہامات ہیں۔
۱......۔''**وَقَالُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتَابِ**''(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۹۴)
ترجمہ: اور انہوں نے کہا تو رسول نہیں ہے۔ تو کہہ دے میرے اور تمہارے درمیان اللہ بطور گواہ کافی ہے، نیز وہ بھی جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔
۲......۔''**وَیَقُوْلُ الْعَدُوُّ لَسْتَ مُرْسَلًا۔ سَنَأْخُذُہٗ مِنْ مَارِنٍ أَوْ خُرْطُوْمٍ**''۔(اربعین نمبر ۲۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۳۸۲)
ترجمہ: اور دشمن کہتا ہے کہ تو رسول نہیں ہے۔ ہم عنقریب اسے اس کی ناک یا تھوتھنی سے پکڑیں گے۔
نیز ان سے بڑے دردِ دل سے التماس ہے کہ درج ذیل آیات کریمہ کو پوری توجہ سے اور خدا سے ڈرتے ہوئے پڑھیں تا اس میں مذکور وعید کے

نیچے نہ آویں۔

''اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا اُوْلٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا''۔(النساء:۱۵۱،۱۵۲)

ترجمہ: یقیناً وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لائیں گے اور بعض کا انکار کر دیں گے اور چاہتے ہیں کہ اس کے بیچ کی کوئی راہ اختیار کریں یہی لوگ ہیں جو پکے کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لئے رُسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

وسوسہ نمبر ۲

''اہل پیغام'' کا دوسرا وسوسہ یہ ہے کہ خلفاء اور جماعت مبایعین نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کی تشریح بالکل آپ کی منشا کے خلاف کی ہے کیونکہ ان لوگوں نے در حقیقت آپؑ کو مستقل یعنی آزاد نبی تصور کر لیا، دوسرے مسلمانوں کو کافر قرار دیا اور اپنے آپ کو امت مسلمہ سے الگ سمجھ لیا۔ اس کے باوجود دھوکہ دیتے ہوئے یہی کہتے ہیں کہ ہم نے حضور اقدسؑ کو کبھی نبی کریمؐ کی پیروی سے آزاد نبی قرار نہیں دیا، نہ ہی کسی مسلمان کو کافر کہا ہے سوائے اس کے جو ہماری تکفیر کر کے خود کافر بن جائے۔

اپنے اس الزام کی تائید میں ''اہل پیغام'' یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ جماعت مبایعین نے دیگر مسلمانوں سے ہر قسم کے تعلقات منقطع کر لئے ہیں۔ نہ ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں، نہ ان کا جنازہ ادا کرتے ہیں، نہ ان سے شادیاں کرتے ہیں۔

نیز لکھا ہے: ''قادیانی حضرات'' آپ سے اس بارہ میں کہیں گے کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی نے تو دوسرے مسلمانوں کے پیچھے نمازیں پڑھنے سے منع فرمایا تھا!

مگر امر واقع یہ ہے کہ آپؑ نے صرف مخصوص حالات میں دوسرے مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے یعنی صرف ایسے لوگوں کے پیچھے جو آپؑ کو کافر کہتے ہیں۔ جو تکفیر نہیں کرتے ان کے پیچھے نماز سے منع نہیں فرمایا۔

مندرجہ بالا اعتراضات بالکل اسی طرح انٹرنیٹ پر درج ہیں۔

جواب

حق یہ ہے کہ خلفاء احمدیت یا جماعت مبایعین نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کو ہرگز ہرگز غلط رنگ میں پیش نہیں کیا، نہ بگاڑا ہے، نہ ہی آپ کو کبھی ''آزاد نبی'' قرار دیا ہے، نہ ہی دوسرے مسلمانوں کو کافر قرار دیا ہے، نہ ہی امت مسلمہ سے اپنے آپ کو الگ قرار دیا ہے، نہ ہی آپؑ کی تعلیمات سے سرمو انحراف کیا بلکہ بعینہٖ ان پر عمل کیا ہے۔ مسئلہ نبوت تو گذشتہ سطور میں ذکر ہو چکا۔ باقی آئندہ سطور میں انشاء اللہ اس وقت روز روشن کی طرح کھل جائے گی جب ہم ان حقائق کو حسب ذیل عناوین اور ترتیب کے تحت پیش کریں گے: غیر احمدیوں سے شادی بیاہ، غیر احمدیوں کا جنازہ، مسئلہ تکفیر اور نماز با جماعت۔

غیر احمدیوں سے شادی بیاہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام غیر احمدیوں سے شادی بیاہ کے ضمن میں ارشاد فرماتے ہیں:

......(۱)......

''غیر احمدیوں کی لڑکی لے لینے میں حرج نہیں ہے کیونکہ اہل کتاب عورتوں سے بھی تو نکاح جائز ہے بلکہ اس میں تو فائدہ ہے کہ ایک اور انسان ہدایت پاتا ہے۔ اپنی لڑکی کسی غیر احمدی کو نہ دینی چاہئے۔ اگر ملے تو بے بیشک لو۔ لینے میں حرج نہیں اور دینے میں گناہ ہے''۔

(الحکم جلد ۱۲ پرچہ ۲۷ صفحہ ۱ تا ۳۔ تاریخ ۱۴/اپریل ۱۹۰۸ء، ملفوظات جلد ۱۰ صفحہ ۲۳۰)

یہاں آپؑ نے ''بلکہ اس میں تو فائدہ ہے کہ ایک اور انسان ہدایت پاتا ہے'' فرما کر اپنے اس فتویٰ کی حکمت بھی بیان فرما دی ہے اور وہ یہ ہے کہ عورت، مرد کے مقابلہ میں جلد اور زیادہ اثر قبول کرتی ہے جبکہ وہ مرد پر اپنا اثر کم ڈال سکتی ہے۔ پس اگر ایک احمدی مرد کسی غیر احمدی لڑکی سے شادی کرے گا تو وہ آہستہ آہستہ اس کی نیک سیرت سے متاثر ہو کر احمدی ہو جائے گی۔ لیکن اگر ایک احمدی بچی کسی غیر احمدی شخص سے بیاہی جائے گی تو اس

بات کا غالب امکان ہے کہ وہ اس کے زیر اثر احمدیت سے ہی ہاتھ دھو بیٹھے یا اس کی اولاد خاوند کے زیر اثر غیر احمدی ہو جائے۔

......(۲)......

اسی طرح آپؑ نے ایک اشتہار دربارہ رشتہ ناطہ دیا جس میں فرمایا:

''...... ظاہر ہے کہ جو لوگ مخالف مولویوں کے زیر سایہ ہو کر تعصب اور عناد اور بخل اور عداوت کے پورے درجہ تک پہنچ گئے ہیں ان سے ہماری جماعت کے نئے رشتے غیر ممکن ہو گئے ہیں جب تک کہ وہ توبہ کر کے اسی جماعت میں داخل نہ ہوں۔ اور اب یہ جماعت کسی بات میں ان کی محتاج نہیں۔ مال میں، دولت میں، علم میں، فضیلت میں، خاندان میں، پرہیز گاری میں، خدا ترسی میں سبقت رکھنے والے اس جماعت میں بکثرت موجود ہیں اور ہر ایک اسلامی قوم کے لوگ اس جماعت میں پائے جاتے ہیں تو پھر اس صورت میں کچھ بھی ضرورت نہیں کہ ایسے لوگوں سے ہماری جماعت نئے تعلق پیدا کرے جو ہمیں کافر کہتے اور ہمارا نام دجال رکھتے یا خود تو نہیں مگر ایسے لوگوں کے ثناخواں اور تابع ہیں۔

یاد رہے کہ جو شخص ایسے لوگوں کو چھوڑ نہیں سکتا وہ ہماری جماعت میں داخل ہونے کے لائق نہیں۔ جب تک پاکی اور سچائی کے لئے ایک بھائی بھائی کو نہیں چھوڑے گا اور ایک باپ بیٹے سے علیحدہ نہیں ہو گا تب تک وہ ہم میں سے نہیں۔

سو تمام جماعت توجہ سے سن لے کہ راستباز کے لئے ان شرائط پر پابند ہونا ضروری ہے......''۔

(اشتہار ۷ رجون ۱۸۹۸ء بعنوان ''اپنی جماعت کے لئے ضروری اشتہار''۔ مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صفحہ ۵۰، ۵۱)

......(۳)......

''ایک شخص کی درخواست پیش ہوئی کہ میری ہمشیرہ کی منگنی مدت سے ایک غیر احمدی کے ساتھ ہو چکی ہے۔ اب اس کو قائم رکھنا چاہئے یا نہیں؟

فرمایا: ''ناجائز وعدہ کو توڑنا اور اصلاح کرنا ضروری ہے۔ آنحضرت ﷺ نے قسم کھائی تھی کہ شہد نہ کھائیں گے۔ خدا تعالیٰ نے حکم دیا کہ ایسی قسم کو توڑ دیا جاوے۔ علاوہ ازیں منگنی تو ہوتی ہی اسی لئے ہے کہ اس عرصہ میں تمام حسن و قبح معلوم ہو جاویں۔ منگنی نکاح نہیں ہے کہ اس کو توڑنا گناہ ہو''۔

(اخبار بدر پرچہ ۷ رجون ۱۹۰۷ء۔ ملفوظات جلد ۹ صفحہ ۳۰۰، ۳۰۱)

......(۴)......

ایک مرتبہ ایک دوست نے بذریعہ خط حضور اقدسؑ سے عرض کی کہ میری غیر احمدی ہمشیرہ اپنے غیر احمدی بیٹے کے لئے میری بیٹی کا رشتہ مانگتی ہے۔ مجھے کیا کرنا چاہئے؟ اس پر حضور اقدسؑ نے حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ کو جواب لکھوایا۔ حضرت مفتی صاحبؓ نے اس دوست کو لکھا کہ:

''برادرم مکرم! السلام علیکم۔ آپ کا خط ملا۔ حضرت صاحب (مسیح موعودؑ) کی خدمت میں ایک مناسب موقع پر پیش ہوا۔ حضرت فرماتے ہیں کہ یہ امر بالکل ہمارے طریق کے برخلاف ہے کہ آپ اپنی لڑکی ایک ایسے شخص کو دیں جو کہ اس جماعت میں داخل نہیں۔ یہ گناہ ہے۔

فرمایا: ان کو لکھو یہی آپ کے واسطے امتحان کا وقت ہے۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنا چاہئے۔ صحابہؓ نے دین کی خاطر باپوں اور بیٹوں کو قتل کر دیا تھا۔ کیا تم دین کی خاطر اپنی بہن کو ناراض بھی نہیں کر سکتے؟

فرمایا: آپ کی بہن اور اس کا بیٹا بالغ عاقل ہیں۔ خدا کے نزدیک وہ مجرم ہیں کہ سلسلہ حقہ میں داخل نہیں ہوتے۔ ان کو سمجھاؤ۔ اگر سمجھ جائیں تو بہتر ورنہ خدا کو کسی کی کیا پرواہ ہے۔ پس یہ قطعی حکم ہے کہ جو لڑکا احمدی نہ ہو اس کو لڑکی دینا گناہ ہے۔ والسلام۔ عاجز محمد صادق عفا اللہ عنہ۔ از قادیان ۷ ۱۹۰۔ ۴۔ ۱۷۔ (مکتوب حضرت مسیح موعود علیہ السلام بنام مولوی فضل الرحمٰن صاحب۔ قصبہ ہیلاں ضلع گجرات)

کیا جماعت مبایعین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی انہی تعلیمات پر عمل پیرا نہیں؟

غیر احمدیوں کا جنازہ

جہاں تک غیر احمدیوں کی نماز جنازہ کا تعلق ہے تو یاد رہے کہ جماعت مبایعین اس بارہ میں بھی سو فیصدی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیمات پر عمل کرتی ہے۔ اس ضمن میں آپ کے چند فتاوی پیش ہیں:

......(۱)......

ایک بار آپؑ نے فرمایا:

''رسول اللہ ﷺ نے ایک منافق کو کرتہ دیا اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ ممکن ہے اس نے غرغرہ کے وقت توبہ کر لی ہو۔ مومن کا کام ہے کہ حسن ظن رکھے۔ اسی لئے نماز جنازہ کا جواز رکھا ہے کہ ہر ایک کی پڑھ لی جائے۔ ہاں اگر سخت معاند ہو یا فساد کا اندیشہ ہو تو پھر نہ پڑھنی چاہئے۔ ہماری

جماعت کے سر پر فرضیت نہیں ہے۔ بطور احسان کے ہماری جماعت دوسرے غیر از جماعت کا جنازہ پڑھ سکتی ہے''۔
(بدر جلد ۱ پرچہ ۳ صفحہ ۱۸، ۱۹۔ تاریخ ۱۴ / نومبر ۱۹۰۲ء۔ ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۱۵۴)

......(۲)......

''ایک صاحب نے پوچھا کہ ہمارے گاؤں میں طاعون ہے اور اکثر مخالف مکذب مرتے ہیں، ان کا جنازہ پڑھا جاوے کہ نہ؟ فرمایا کہ:
''یہ فرض کفایہ ہے۔ اگر کنبہ میں سے ایک آدمی بھی چلا جاوے تو ہو جاتا ہے۔ مگر اب یہاں ایک تو طاعون زدہ ہے کہ جس کے پاس جانے سے خدا روکتا ہے۔ دوسرے وہ مخالف ہے۔ خواہ نخواہ تداخل جائز نہیں ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ تم ایسے لوگوں کو بالکل چھوڑ دو اور اگر وہ چاہے گا تو ان کو خود دوست بنا دے گا یعنی مسلمان ہو جاویں گے۔ خدا تعالیٰ نے منہاج نبوت پر اس سلسلہ کو چلایا ہے۔ مداہنہ سے ہرگز فائدہ نہ ہوگا بلکہ اپنا حصہ ایمان کا بھی گنوا دو گے''۔ (بدر جلد ۲ پرچہ ۱۷ صفحہ ۱۲۹، ۱۳۰۔ مورخہ ۱۵ / مئی ۱۹۰۳ء۔ ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۴۰۵)

......(۳)......

''سوال ہوا کہ جو آدمی اس سلسلہ میں داخل نہیں اس کا جنازہ جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا:
''اگر اس سلسلہ کا مخالف تھا اور ہمیں برا کہتا اور سمجھتا تھا تو اس کا جنازہ نہ پڑھو اور اگر خاموش تھا اور درمیانی حالت میں تھا تو اس کا جنازہ پڑھ لینا جائز ہے بشرطیکہ نماز جنازہ کا امام تم میں سے کوئی ہو۔ ورنہ کوئی ضرورت نہیں............''۔
فرمایا: ''اگر کوئی ایسا آدمی جو تم میں سے نہیں اور اس کا جنازہ پڑھنے اور پڑھانے والے غیر لوگ موجود ہوں اور وہ پسند نہ کرتے ہوں کہ تم میں سے کوئی جنازہ کا پیش امام بنے اور جھگڑے کا خطرہ ہو تو ایسے مقام کو ترک کرو اور اپنے کسی نیک کام میں مصروف ہو جاؤ''۔
(الحکم جلد ۶ نمبر ۱۶۔ صفحہ ۷ پرچہ ۳۰ / اپریل ۱۹۰۲ء۔ ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۲۷۶، ۲۷۷)

......(۴)......

ایک اور موقعہ پر فرمایا:
''اگر مُتوَفّٰی بالجہر مکفّر اور مکذّب نہ ہو تو اس کا جنازہ پڑھ لینے میں حرج نہیں کیونکہ علّام الغیوب خدا کی پاک ذات ہے''۔
فرمایا: ''جو لوگ ہمارے مکفّر ہیں اور ہم کو صریحاً گالیاں دیتے ہیں ان سے السلام علیکم مت لو اور نہ ان سے مل کر کھانا کھاؤ۔ ہاں خرید و فروخت جائز ہے۔ اس میں کسی کا احسان نہیں''۔
''جو شخص ظاہر کرتا ہے کہ میں نہ اُدھر کا ہوں اور نہ اِدھر کا ہوں اصل میں وہ بھی ہمارا مکذب ہے۔ اور جو ہمارا مُصَدِّق نہیں اور کہتا ہے کہ میں ان کو اچھا جانتا ہوں وہ بھی مخالف ہے۔ ایسے لوگ اصل میں منافق طبع ہوتے ہیں۔ ان کا یہ اصول ہوتا ہے کہ با مسلماں اللہ اللہ، با ہنود رام رام۔ ان لوگوں کو خدا تعالیٰ سے تعلق نہیں ہوتا۔ بظاہر کہتے ہیں کہ ہم کسی کا دل دکھانا نہیں چاہتے۔ مگر یاد رکھو کہ جو شخص ایک طرف کا ہوگا اس سے کسی نہ کسی کا دل ضرور دکھے گا''۔ (بدر جلد ۲ پرچہ ۱۴ صفحہ ۱۰۵۔ مورخہ ۲۴ / اپریل ۱۹۰۳ء۔ ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۲۹۴)

......(۵)......

اسی طرح اخبار ''الحَکَم'' میں مذکور ہے:
''مرزا امام الدین جو اپنے آپ کو ہدایت کنندہ قوم لال بیگیاں مشہور کرتا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سخت ترین دشمنوں میں سے تھا ۶ / جولائی کو فوت ہو گیا۔ چنانچہ اس کے جنازہ پر رسمی طور پر ہمارے معزز و مکرم دوست سید محمد علی شاہ صاحب بھی چلے گئے اور جنازہ پڑھ لینے کے پیچھے آپ کو اپنے اس عمل پر تاسّف ہوا اور آپ نے ذیل کا توبہ نامہ شائع کیا جو ہم ناظرین ''الحَکَم'' کی دلچسپی کے لئے درج کرتے ہیں کہ:
''میں بذریعہ توبہ نامہ ہذا اس امر کو شائع کرتا ہوں کہ میں نے سخت غلطی کی ہے اور وہ یہ کہ میں نے غلطی سے مرزا امام الدین کا جو ۶ / جولائی کو فوت ہوا ہے اور جس نے اپنی کتابوں میں ارتداد کیا ہے جنازہ پڑھا۔ پس میں بذریعہ اشتہار ہذا یہ توبہ نامہ شائع کرتا ہوں اور ظاہر کرتا ہوں کہ میں امام الدین اور ان لوگوں سے بیزار ہوں جو اس کے جنازہ میں شامل ہوئے اور بالآخر دعائے جنازہ واپس لیتا ہوں اور خدا تعالیٰ سے اپنے گناہ کو واپس لیتا ہوں اور خدا تعالیٰ سے اپنے اس گناہ کی مغفرت چاہتا ہوں۔ خاکسار۔ محمد علی شاہ......
اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ:
''کوئی شخص کسی بات پر ناز نہ کرے۔ فطرت انسان سے الگ نہیں ہوا کرتی۔ جس فطرت پر انسان اول قدم مارتا ہے پھر وہ اس سے الگ نہیں ہوتا۔ یہ بڑے خوف کا مقام ہے۔ حسن خاتمہ کے لئے ہر ایک کو دعا کرنی چاہئے۔
عمر کا اعتبار نہیں۔ ہر شئے پر اپنے دین کو مقدم رکھو۔ زمانہ ایسا آ گیا ہے کہ پہلے تو خیالی طور پر اندازہ عمر کا لگایا جاتا تھا مگر اب تو یہ بھی مشکل ہے۔ دانشمند کو چاہئے کہ ضرور موت کا انتظام کرے۔ میں اتنی دیر سے اپنی برادری سے الگ ہوں۔ میرا کسی نے کیا بگاڑ دیا؟ خدا تعالیٰ کے مقابل پر کسی کو معبود

نہیں بنانا چاہئے۔

ایک غیر مومن کی بیمار پرسی اور ماتم پرسی تو حسن اخلاق کا نتیجہ ہے لیکن اس کے واسطے کسی شعائر اسلام کو بجالانا گناہ ہے۔ مومن کا حق کافر کو دینا نہیں چاہئے اور نہ منافقانہ ڈھنگ اختیار کرنا چاہئے''۔ (الحکم جلد ۷ پرچہ ۲۶ صفحہ ۱۰، ۱۱ تاریخ ۱۷ر جولائی ۱۹۰۳ء ملفوظات جلد ۶ صفحہ ۴۴، ۴۶)

جماعت مبایعین حضرت اقدس علیہ السلام کی انہی وصایا اور فتاویٰ پر اہل دنیا کی طعن و تشنیع سے بے پرواہ بدل و جان عمل کر رہی ہے۔ چنانچہ عام طور پر ہم غیر احمدیوں کے جنازے پڑھنے سے احتراز کرتے ہیں لیکن استثنائی حالات میں ایسے غیر احمدیوں کا جنازہ پڑھ بھی لیتے ہیں جو مخالف و مکذب و مکفر نہ ہوں بشرطیکہ امام احمدی ہو۔ مثلاً حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے عہد خلافت میں ایک یورپین ملک میں ایک غیر احمدی فوت ہو گیا۔ اس کے ورثاء وہاں نہ تھے اور نہ ہی کوئی اور مسلمان کہ اس کا جنازہ پڑھ سکے۔ احمدی احباب کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے یہ صورتحال حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں پیش کی تو آپؒ نے فرمایا کہ اس کا جنازہ آپ لوگ پڑھیں کیونکہ کوئی مسلمان بغیر نماز جنازہ کے دفن نہیں ہونا چاہئے۔ چنانچہ احمدی احباب نے اس غیر احمدی کی نماز جنازہ پڑھی۔

مسئلۂ تکفیر

جہاں تک مسئلہ تکفیر کا تعلق ہے تو اس ضمن میں ''اہل پیغام'' کے سامنے ہم حضرت اقدسؑ کا درج ذیل اقتباس پیش کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں اور ان سے التماس کرتے ہیں کہ اسے ذرا غور سے پڑھیں کہ آپ لوگوں نے اسے بھلا دیا ہے۔

حضور اقدس علیہ السلام معترضین کے مطاعن کا جواب ارشاد فرماتے ہوئے پہلے ایک معترض کا اعتراض یوں درج کرتے ہیں:

''**سوال:** حضور عالی نے ہزاروں جگہ تحریر فرمایا ہے کہ کلمہ گو اور اہل قبلہ کو کافر کہنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ علاوہ ان مومنوں کے جو آپ کی تکفیر کر کے کافر بن جائیں صرف آپ کے نہ ماننے سے کوئی کافر نہیں ہو سکتا۔ لیکن عبدالحکیم خان کو آپ لکھتے ہیں کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔ اس بیان اور پہلی کتابوں کے بیان میں تناقض ہے۔ یعنی پہلے آپ تریاق القلوب وغیرہ میں لکھ چکے ہیں کہ میرے نہ ماننے سے کوئی کافر نہیں ہوتا۔ اور اب آپ لکھتے ہیں کہ میرے انکار سے کافر ہو جاتا ہے''۔

اس کے جواب میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

''**الجواب:** یہ عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھیراتے ہیں حالانکہ خدا کے نزدیک ایک ہی قسم ہے کیونکہ جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے۔......... علاوہ اس کے جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیشگوئی موجود ہے یعنی رسول اللہ ﷺ نے خبر دی تھی کہ آخری زمانہ میں میری امت میں سے ہی مسیح موعود آئے گا۔......... پھر جب کہ دو سو مولوی نے مجھے کافر ٹھیرایا اور میرے پر کفر کا فتویٰ لکھا گیا اور انہی کے فتوے سے یہ بات ثابت ہے کہ مومن کو کافر کہنے والا کافر ہو جاتا ہے اور کافر کو مومن کہنے والا بھی کافر ہو جاتا ہے تو اب اس بات کا سہل علاج ہے کہ اگر دوسرے لوگوں میں تخم دیانت اور ایمان ہے اور وہ منافق نہیں ہیں تو ان کو چاہئے کہ ان مولویوں کے بارے میں ایک لمبا اشتہار ہر ایک مولوی کے نام کی تصریح سے شائع کر دیں کہ یہ سب کافر ہیں کیونکہ انہوں نے ایک مسلمان کو کافر بنایا۔ تب میں ان کو مسلمان سمجھ لوں گا بشرطیکہ ان میں کوئی نفاق کا شبہ نہ پایا جاوے اور خدا کے کھلے کھلے معجزات کے مکذّب نہ ہوں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّار''۔ (النساء ۱۴۶) یعنی منافق دوزخ کے نیچے کے طبقے میں ڈالے جائیں گے۔ اور حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ 'مَا زَنَا زَانٍ وَهُوَ مُؤمِنٌ وَمَا سَرَقَ سَارِقٌ وَهُوَ مُؤمِنٌ' یعنی کوئی زانی زنا کی حالت میں اور کوئی چور چوری کی حالت میں مومن نہیں ہوتا۔ پھر منافق نفاق کی حالت میں کیونکر مومن ہو سکتا ہے۔ اگر یہ مسئلہ صحیح نہیں ہے کہ کسی کو کافر کہنے سے انسان خود کافر ہو جاتا ہے تو اپنے مولویوں کا فتویٰ مجھے دکھلا دیں میں قبول کر لوں گا۔ اور اگر کافر ہو جاتا ہے تو دو سو مولوی کے کفر کی نسبت نام بنام ایک اشتہار شائع کر دیں۔ بعد اس کے حرام ہو گا کہ میں ان کے اسلام میں شک کروں بشرطیکہ کوئی نفاق کی سیرت ان میں نہ پائی جائے''۔

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۶۷ تا ۱۶۹)

نماز باجماعت

جماعت مبایعین کا غیر احمدیوں کے پیچھے خواہ وہ مکفّر و مکذّب ہوں یا نہ ہوں نماز نہ پڑھنا بھی خالصۃً حضور اقدسؑ کی تعلیمات کے مطابق ہے۔ انٹرنیٹ پر ''اہلِ پیغام'' کا یہ کہنا کہ حضورؑ نے صرف تکفیر کرنے والوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کیا ہے، ایک باطل دعویٰ ہے۔ اس کی قطعاً کوئی بنیاد نہیں۔

حضورؑ کے ارشادات اس ضمن میں ملاحظہ ہوں۔

امام الصلوٰۃ کے بارہ میں عام ارشادات

نماز باجماعت میں امام جو کردار ادا کرتا ہے اس کی نزاکت بیان کرتے ہوئے حضور علیہ السلام نے فرمایا:

''پرہیز گار کے پیچھے نماز پڑھنے سے آدمی بخشا جاتا ہے۔ نماز تو تمام برکتوں کی کنجی ہے۔ نماز میں دعا قبول ہوتی ہے۔ امام بطور وکیل کے ہوتا ہے۔ اس کا اپنا دل سیاہ ہو تو پھر وہ دوسروں کو کیا برکت دے گا''۔

(الحکم جلد ۵ پرچہ ۲۸ صفحہ ۳،۴۔ تاریخ ۳۱؍ جولائی ۱۹۰۱ء۔ ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۳۱۸)

''نماز دعا اور اخلاص کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ مومن کے ساتھ کینہ جمع نہیں ہوتا۔ متقی کے سوا دوسرے کے پیچھے نماز کو خراب نہیں کرنا چاہئے''۔ (الحکم جلد ۵ پرچہ ۱۰ صفحہ ۹۔ تاریخ ۱۷؍ مارچ ۱۹۰۱ء۔ ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۲۲۵)

غیر احمدیوں کے پیچھے نماز

عام غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کے بارہ میں حضورؑ کے بعض ارشادات ملاحظہ ہوں۔

''ایک شخص نے بعد نماز مغرب بیعت کی اور عرض کیا کہ ''الحَکَم'' میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ غیر از جماعت کے پیچھے نماز نہ پڑھو!؟ فرمایا: ٹھیک ہے۔ اگر مسجد غیروں کی ہے تو گھر میں اکیلے پڑھ لو۔ کوئی حرج نہیں۔ اور تھوڑی سی صبر کی بات ہے۔ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مسجدیں برباد کر کے ہمارے حوالہ کر دے گا۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں بھی کچھ عرصہ صبر کرنا پڑا تھا''۔

(بدر جلد ۱ پرچہ ۵،۶۔ صفحہ ۳۔ تاریخ ۲۸؍ نومبر و ۵؍ دسمبر ۱۹۰۲ء۔ ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۲۴۰، ۲۴۱)

☆...... '' کسی نے سوال کیا کہ جو لوگ آپؑ کے مرید نہیں ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے آپؑ نے اپنے مریدوں کو کیوں منع فرمایا ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا:
''جن لوگوں نے جلد بازی کے ساتھ بدظنی کر کے اس سلسلہ کو جو اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہے ردّ کر دیا ہے اور اس قدر نشانوں کی پرواہ نہیں کی اور اسلام پر جو مصائب ہیں اس سے لاپرواہ پڑے ہیں، ان لوگوں نے تقویٰ سے کام نہیں لیا۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے پاک کلام میں فرماتا ہے 'اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْن'۔ خدا صرف متقی لوگوں کی نماز قبول کرتا ہے۔ اس واسطے کہا گیا ہے کہ ایسے آدمی کے پیچھے نماز نہ پڑھو جس کی نماز خود قبولیت کے درجہ تک پہنچنے والی نہیں''۔ (الحکم جلد ۵ پرچہ ۱۰ صفحہ ۸۔ تاریخ ۱۷؍ مارچ ۱۹۰۱ء۔ ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۲۱۵)

☆...... ایک اور موقعہ پر فرمایا:

''صبر کرو اور اپنی جماعت کے غیر کے پیچھے نماز مت پڑھو۔ بہتری اور نیکی اسی میں ہے اور اسی میں تمہاری نصرت اور فتح عظیم ہے اور یہی اس جماعت کی ترقی کا موجب ہے۔ دیکھو دنیا میں روٹھے ہوئے اور ایک دوسرے سے ناراض ہونے والے بھی اپنے دشمن کو چار دن منہ نہیں لگاتے اور تمہاری ناراضگی اور روٹھنا تو خدا کے لئے ہے۔ تم اگر ان میں رَلے مِلے رہے تو خدا تعالیٰ جو خاص نظر تم پر رکھتا ہے وہ نہیں رکھے گا۔ پاک جماعت جب الگ ہو تو پھر اس میں ترقی ہوتی ہے''۔ (الحکم جلد ۵ پرچہ ۲۹۔ صفحہ ۳،۴۔ تاریخ ۱۰؍ اگست ۱۹۰۱ء۔ ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۳۲۱)

اے خدا کے پاک مسیح موعودؑ! تو نے کیا ہی سچ اور حق فرمایا۔ تیری دی ہوئی بشارت کے عین مطابق وہ جماعت جو تیری ان تعلیمات پر عمل پیرا رہی خدا نے اس میں برکت پر برکت ڈالی۔ ان کی بار بار نصرت کی۔ انہیں فتح عظیم کے بعد فتح عظیم عطا کی۔ مگر وہ گروہ جس نے تیری ان وصایا کو پسِ پشت ڈال دیا اور غیروں میں ''رَلے مِلے'' رہنے پر زور دیا ان سے برکت چھین لی گئی اور ناکامی و نامرادی ان کا مقدر بن گئی۔

مخالف و معارض کے پیچھے نماز

حضور علیہ السلام نے فرمایا:

''مخالف کے پیچھے نماز بالکل نہیں ہوتی۔ پرہیز گار کے پیچھے نماز پڑھنے سے آدمی بخشا جاتا ہے۔ نماز تو تمام برکتوں کی کنجی ہے۔ نماز میں دعا قبول ہوتی ہے۔ امام بطور وکیل کے ہوتا ہے۔ اس کا اپنا دل سیاہ ہو تو پھر وہ دوسروں کو کیا برکت دے گا''۔

(الحکم جلد ۵ پرچہ ۲۸۔ صفحہ ۳،۴۔ تاریخ ۳۱؍ جولائی ۱۹۰۱ء۔ ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۳۱۸)

مکفر و مکذب کے پیچھے نماز

''دو آدمیوں نے بیعت کی۔ ایک نے سوال کیا کہ غیر احمدی کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا:

''وہ لوگ ہم کو کافر کہتے ہیں۔ اگر ہم کافر نہیں ہیں تو وہ کفر لوٹ کر ان پر پڑتا ہے۔ مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہے۔ اس واسطے ایسے

لو گوں کے پیچھے نماز جائز نہیں''۔(بدر جلد ا نمبر ۳۹ صفحہ ۲ مورخہ ۱۵/ دسمبر ۱۹۰۵ء۔ ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۲۸۲)

متر دّد کے پیچھے نماز

''اہل پیغام'' نے انٹر نیٹ پر بڑی بے باکی سے اعلان کیا ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ان لو گوں کے پیچھے نماز سے منع نہیں فرمایا جو نہ تکذیب کرتے ہیں نہ تکفیر بلکہ بین بین ہیں۔ لیجئے ایسے متر دّد لو گوں کے بارہ میں حضورؑ کے فتاویٰ ملاحظہ فرمایئے:

......(۱)......

''پھر ان کے درمیان جو لوگ خاموش ہیں وہ بھی انہیں میں شامل ہیں۔ ان کے پیچھے بھی نماز جائز نہیں کیونکہ وہ اپنے دل کے اندر کوئی مذہب مخالفانہ رکھتے ہیں جو ہمارے ساتھ بظاہر شامل نہیں ہوتے''۔

(بدر جلد ا نمبر ۳۹ صفحہ ۲ مورخہ ۱۵/ دسمبر ۱۹۰۵ء۔ ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۲۸۲)

......(۲)......

''سوال ہوا کہ اگر کسی جگہ امام نماز حضورؑ کے حالات سے واقف نہیں تو اس کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں؟

فرمایا: ''پہلے تمہارا فرض ہے کہ اسے واقف کرو۔ پھر اگر تصدیق کرے تو بہتر ورنہ اس کے پیچھے اپنی نماز ضائع نہ کرو۔ اور اگر کوئی خاموش رہے، نہ تصدیق کرے نہ تکذیب کرے تو وہ بھی منافق ہے۔ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو''۔

(الحکم جلد ۶ نمبر ۱۶ صفحہ ۷ پرچہ ۳۰/ اپریل ۱۹۰۲ء۔ ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۲۷۷)

......(۳)......

اسی طرح حضرت اقدسؑ نے ایک اور موقع پر فرمایا:

''بعض لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ ایسے لوگ جو برا نہیں کہتے مگر پورے طور پر اظہار بھی نہیں کرتے محض اس وجہ سے کہ لوگ برا کہیں گے، کیا ان کے پیچھے نماز پڑھ لیں؟ میں کہتا ہوں ہر گز نہیں۔ اس لئے کہ ابھی تک ان کے قبول حق کی راہ میں ایک ٹھوکر کا پتھر ہے اور وہ ابھی تک اسی درخت کی شاخ ہیں جس کا پھل زہریلا اور ہلاک کرنے والا ہے۔ اگر وہ دنیاداروں کو اپنا معبود اور قبلہ نہ سمجھتے تو ان سارے حجابوں کو چیر کر باہر نکل آتے اور کسی کے لعن طعن کی ذرا بھی پرواہ نہ کرتے اور کوئی خوف شماتت کا انہیں دامنگیر نہ ہوتا بلکہ وہ خدا کی طرف دوڑتے۔ پس تم یاد رکھو کہ تم ہر کام میں دیکھ لو کہ اس میں خدا راضی ہے یا مخلوقِ خدا۔ جب تک یہ حالت نہ ہو جاوے کہ خدا کی رضا مقدم ہو جاوے اور کوئی شیطان اور رہزن نہ ہو سکے اس وقت تک ٹھوکر کھانے کا اندیشہ ہے''۔(الحکم جلد ۵ پرچہ ۳۷۔ صفحہ ۱ تا ۳۔ تاریخ ۱۰/۱ کتوبر ۱۹۰۱ء۔ ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۳۶۱)

......(۴)......

ایک عرب دوست قادیان تشریف لائے اور بیعت کے بعد ایک عرصہ تک حضور اقدسؑ کی صحبت سے فیضیاب ہوتے رہے۔ پھر اپنے ملک جانے سے قبل انہوں نے حضور اقدس علیہ السلام سے نماز کے بارہ میں خصوصی طور پر دریافت کیا۔ اس کی تفصیل ''الحکم'' میں یوں درج ہے:

''سید عبداللہ صاحب عرب نے سوال کیا کہ میں اپنے ملک عرب میں جاتا ہوں وہاں میں ان لوگوں کے پیچھے نماز پڑھوں یا نہ پڑھوں؟

فرمایا ''مصدقین کے سوا کسی کے پیچھے نماز نہ پڑھو''۔

عرب صاحب نے عرض کیا: وہ لوگ حضورؑ کے حالات سے واقف نہیں ہیں۔ اور ان کو تبلیغ نہیں ہوئی؟ فرمایا: ''ان کو پہلے تبلیغ کر دینا پھر یا وہ مصدق ہو جائیں گے یا مکذب''۔

عرب صاحب نے عرض کیا کہ ہمارے ملک کے لوگ بہت سخت ہیں اور ہماری قوم شیعہ ہے؟ فرمایا: ''تم خدا کے بنو۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جس کا معاملہ صاف ہو جائے اللہ تعالیٰ آپ اس کا متولی اور متکفل ہو جاتا ہے''۔

(الحکم جلد ۵ نمبر ۳۵ صفحہ ۶۔ تاریخ ۲۴/ ستمبر ۱۹۰۱ء۔ ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۳۴۲، ۳۴۳)

......(۵)......

اسی طرح ایک اور مجلس میں فرمایا:

''جو شخص ظاہر کرتا ہے کہ میں نہ اُدھر کا ہوں نہ اِدھر کا ہوں اصل میں وہ بھی ہمارا مکذب ہے۔ اور جو ہمارا مصدق نہیں اور کہتا ہے کہ میں ان کو اچھا جانتا ہوں وہ بھی مخالف ہے۔ ایسے لوگ اصل میں منافق طبع ہوتے ہیں۔ ان کا یہ اصول ہوتا ہے کہ 'با مسلماں اللہ اللہ، با ہندو رام رام'۔ ان لوگوں کو خدا تعالیٰ سے تعلق نہیں ہوتا۔ بظاہر کہتے ہیں کہ ہم کسی کا دل دکھانا نہیں چاہتے مگر یاد رکھو کہ جو شخص ایک طرف کا ہو گا اس سے کسی نہ کسی کا دل ضرور دُکھے گا''۔(بدر جلد ۲ پرچہ ۱۴ صفحہ ۱۰۵ تاریخ ۲۴/ اپریل ۱۹۰۳ء۔ ملفوظات جلد ۵ مطبوعہ لندن صفحہ ۲۹۴)

......(۶)......

''خان عجب خان صاحب تحصیلدار نے حضرت اقدسؑ سے استفسار کیا کہ اگر کسی مقام کے لوگ اجنبی ہوں اور ہمیں علم نہ ہو کہ وہ احمدی جماعت میں ہیں یا نہیں تو ان کے پیچھے نماز پڑھی جاوے کہ نہ؟

فرمایا'' ناواقف امام سے پوچھ لو۔ اگر وہ مصدق ہو تو نماز اس کے پیچھے پڑھی جاوے ورنہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ایک الگ جماعت بنانا چاہتا ہے اس لئے اس کے منشاء کی کیوں مخالفت کی جاوے۔ جن لوگوں سے وہ جدا کرنا چاہتا ہے بار بار ان میں گھسنا یہی تو اس کے منشاء کے مخالف ہے''۔

(البدر جلد ۲ پرچہ ۵ صفحہ ۳۴،۳۵۔ تاریخ ۲۰ر فروری ۱۹۰۳ء۔ ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۳۸)

''اہل پیغام'' کو ڈرنا چاہئے کہ وہ منشاء الٰہی کی مخالفت کر رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو ہمیں واضح نصیحت فرمارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک الگ جماعت بنانا چاہتا ہے اس لئے اس کی منشاء کے خلاف کیوں کیا جائے۔ مگر ''اہل پیغام'' اس نصیحت کے برخلاف عمل پر مصر ہیں اور بار بار پھر ان لوگوں میں ''گھسنا'' چاہتے ہیں۔ ان کی یہ جسارت واقعی بڑی حیران کن ہے؟

......(۷)......

تردّد میں پڑے لوگوں کے پیچھے نماز کے بارہ میں اس وقت تک ہم نے حضور اقدسؑ کے جو ارشادات پیش کئے ہیں وہ جماعت کے ان اخبارات سے ماخوذ ہیں جو حضور اقدسؑ کے زمانہ میں حضورؑ اور جماعت کے ترجمان تھے۔ بلاشبہ یہ حوالہ جات ایسے واضح ہیں کہ ہر بات پوری طرح کھل گئی ہے۔ تاہم آخر پر اب حضور اقدسؑ کا ایک ایسا ارشاد پیش کیا جاتا ہے جو آپؑ نے اپنے قلم مبارک سے اپنی ایک کتاب میں درج فرمایا ہے۔ یہ بڑا انذاری ارشاد ہے اور ایسا واضح اور قطعی ہے کہ اس کا سمجھنا کسی پر مشکل نہیں اور نہ ہی کوئی اس کی بے جا تاویل کرسکتا ہے سوائے اس کے جسے عناد و حسد اور تکبر نے پوری طرح اندھا کر دیا ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو الہامات ہوئے ان میں ایک الہام درج ذیل آیت قرآنیہ کی شکل میں تھا:''تَبَّتْ يَدَا اَبِیْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ''۔ اس الہام کی تشریح کرتے ہوئے آپ تحریر فرماتے ہیں:

''اس کلام الٰہی سے ظاہر ہے کہ تکفیر کرنے والے اور تکذیب کی راہ اختیار کرنے والے ہلاک شدہ قوم ہے اس لئے وہ اس لائق نہیں ہیں کہ میری جماعت میں سے کوئی شخص ان کے پیچھے نماز پڑھے۔ کیا زندہ مردہ کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے؟ پس یاد رکھو کہ جیسا کہ **خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے** کہ کسی مکفّر اور مکذّب **یا متردّد کے پیچھے نماز پڑھو** بلکہ چاہئے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔ اسی کی طرف حدیث بخاری کے ایک پہلو میں اشارہ ہے کہ اِمَامُکُمْ مِنْکُم یعنی جب مسیح نازل ہو گا تو تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعویٰ اسلام کرتے ہیں بکلّی ترک کرنا پڑے گا اور تمہارا امام تم میں سے ہو گا۔ پس تم ایسا ہی کرو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کا الزام تمہارے سر پر ہو اور تمہارے عمل حبط ہو جائیں اور تمہیں کچھ خبر نہ ہو۔ جو شخص مجھے دل سے قبول کرتا ہے وہ دل سے اطاعت بھی کرتا ہے اور ہر یک حال میں مجھے حَکَم ٹھیراتا ہے اور ہر یک تنازعہ کا مجھ سے فیصلہ چاہتا ہے۔ مگر جو شخص مجھے دل سے قبول نہیں کرتا اس میں تم نخوت اور خود پسندی اور خود اختیاری پاؤ گے۔ پس جانو کہ وہ مجھ میں سے نہیں ہے کیونکہ وہ میری باتوں کو جو مجھے خدا سے ملی ہیں عزّت سے نہیں دیکھتا۔ اس لئے آسمان پر اس کی عزّت نہیں''۔

(اربعین نمبر ۳۔ روحانی خزائن جلد ۱۷۔ صفحہ ۴۱۷ حاشیہ)

وسوسہ نمبر ۳

انٹرنیٹ پر ایک وسوسہ یہ پھیلایا گیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب ''الوصیت'' میں خود فرمایا ہے کہ ''انجمن'' ہی میرے بعد میرا خلیفہ ہو گی!

بڑا جواب

نہایت افسوس اور دکھ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان لوگوں نے حضور اقدسؑ کے اس ارشاد کو اس کے سیاق وسباق سے الگ پیش کیا ہے اور یوں **تحریف الکَلِم عن مواضعہ** کی مکروہ جسارت کی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ خلیفہ راشد اور انجمن میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ''اہل پیغام'' کے لیڈر یقیناً اچھی طرح جانتے ہوں گے انہیں جاننا چاہئے کہ امر

واقع یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے رسالہ ''الوصیت'' میں اپنے قرب وفات اور اپنے بعد خلافت قائم ہونے کا ذکر ایک ہی عنوان کے تحت اور ایک ہی وقت میں فرمایا ہے جبکہ ''انجمن'' کے کاموں کا ذکر ایک علیحدہ عنوان کے تحت اور دوسرے وقت میں کیا ہے۔اس اجمال کی تفصیل درج ذیل ہے۔

رسالہ الوصیت کا تجزیاتی مطالعہ

یادرکھنا چاہئے کہ موجودہ کتاب ''الوصیت'' کے ٹائیٹل سمیت ۳۴ صفحات ہیں اور یہ تین مختلف حصوں اور تین مختلف عناوین پر مشتمل ہے۔

پہلا حصہ: یہ اصل ''وصیت'' ہے اور ۲۴ صفحات پر مشتمل ہے۔اس کی تصنیف حضور اقدسؑ نے ۲۰؍دسمبر ۱۹۰۵ء کو مکمل فرمائی اور ۲۴؍دسمبر کو اسے شائع فرما دیا۔اسی حصہ میں آپ نے اپنی وفات کے دن قریب آجانے کا ذکر فرمایا ہے اور احباب جماعت کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ میرے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ قدرت ثانیہ (خلافتِ حقہ) ظاہر کرے گا۔

نیز فرمایا ہے کہ ایک فرشتے نے مجھے میری قبر کی جگہ رؤیا میں دکھائی ہے اور ایک اور جگہ دکھا کر بتایا ہے کہ یہ بہشتی مقبرہ ہے اور جماعت کے صلحاء اس میں دفن ہونگے۔

اس حصہ اوّل کے مندرجات کچھ آگے چل کر ہم ذرا تفصیل سے زیر بحث لائیں گے۔

حصہ دوم: کتاب ''الوصیت'' کے دوسرے حصہ کا عنوان ''ضمیمہ متعلقہ رسالہ الوصیت'' ہے جو سات صفحات پر مشتمل ہے۔جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے اس حصہ کو حضور نے بعد میں تحریر فرما کر اصل ''رسالہ الوصیت'' کے ساتھ ملحق کیا۔اسے حضورؑ نے ۶؍جنوری ۱۹۰۶ء کو تحریر فرمایا ہے اور اسی ماہ و سال میں مجلّہ ریویو آف ریلیجنز اردو میں شائع کیا۔

اس حصہ میں آپؑ نے ان صلحاء کے لئے جو اس بہشتی مقبرہ میں دفن ہونگے مختلف نصائح اور شرائط درج فرمائی ہیں۔نیز اس کمیٹی کے لئے نصائح اور تعلیمات درج کی ہیں جو اس بہشتی مقبرہ کے کاموں کی نگران ہو گی۔اس کمیٹی کا نام حضور نے ''انجمن کارپرداز مصالح قبرستان'' تجویز فرمایا۔اس نام کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ اس میں حضورؑ نے اس انجمن کے دائرہ کار اور دائرہ اختیار کو خوب واضح فرمادیا ہے۔

ہم آئندہ سطور میں اس حصہ میں مذکور شرائط اور نصائح ذرا تفصیل سے درج کر کے تبصرہ کریں گے۔انشاءاللہ۔

حصہ سوم: یہ حصہ صرف تین صفحات پر مشتمل ہے۔یہ انجمن کے پہلے اجلاس کی رپورٹ پر مشتمل ہے جو حضرت مولوی حکیم نورالدین رضی اللہ عنہ کی صدارت میں ہوا۔

حصہ اول کا خلاصہ

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے اسی حصہ میں حضور اقدسؑ نے اپنی وفات کے دن قریب آجانے کی خبر دی ہے اور جماعت کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ خدا میرے بعد قدرت ثانیہ تمہارے لئے بھیج دے گا۔چنانچہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی اپنے انبیاء کے ساتھ یہ سنت قدیمہ ہے کہ:

''.........ایسے وقت میں ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقعہ دے دیتا ہے۔اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔

غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔

(۱) اول خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت دکھاتا ہے۔

(۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردّد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا جبکہ آنحضرت ﷺ کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے۔تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا یعنی خوف کے بعد پھر ہم ان کے پیر جما دیں گے۔............

......سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور

تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہو گا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے۔ اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔ سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے۔ وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے۔ وہ سب کچھ تمہیں دکھلائے گا جس کا اس نے وعدہ فرمایا ہے۔ اگرچہ یہ دن دنیا کے آخری دن ہیں اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے پر ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔ سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو۔ اور چاہئے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو اور تمہیں دکھا دے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے''۔ (الوصیت۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۴ تا ۳۰۶)

پھر اس کے بعد اسی حصہ اول میں بہشتی مقبرہ کے سلسلہ میں انجمن کی ضرورت کے ضمن میں فرماتے ہیں:

''اس قبرستان کی زمین موجودہ بطور چندہ کے میں نے اپنی طرف سے دی ہے لیکن اس احاطہ کی تکمیل کے لئے کسی قدر اور زمین خریدی جائے گی جس کی قیمت انداز اً ہزار روپیہ ہو گی............ سو پہلی شرط یہ ہے کہ ہر ایک شخص جو اس قبرستان میں مدفون ہونا چاہتا ہے وہ اپنی حیثیت کے لحاظ سے ان مصارف کے لئے چندہ داخل کرے............ بالفعل یہ چندہ اخویم مکرم مولوی نورالدین صاحب کے پاس آنا چاہئے۔ لیکن اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو یہ سلسلہ ہم سب کی موت کے بعد بھی جاری رہے گا۔ اس صورت میں ایک انجمن چاہئے کہ ایسی آمدنی کا روپیہ جو وقتاً فوقتاً جمع ہوتا رہے گا اعلائے کلمہ اسلام اور اشاعت توحید میں جس طرح مناسب سمجھیں خرچ کریں''۔

(الوصیت۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۱۸)

حصہ دوم کا خلاصہ

قبل ازیں ہم یہ اشارہ کر چکے ہیں کہ اس حصہ میں حضرت اقدسؑ نے ان صلحاء جماعت کے لئے کچھ مزید شرائط درج کی ہیں جو اپنے اموال اور جائیدادوں کا ایک حصہ اشاعت اسلام کے لئے وقف کرنے کے لئے تیار ہوں اور یوں نظام وصیت میں داخل ہو کر ''بہشتی مقبرہ'' میں دفن ہونے کے خواہشمند ہوں۔

اسی طرح اس حصہ میں آپؑ نے ''بہشتی مقبرہ'' کے کاموں اور ان موصیان کے اموال کے حساب کتاب اور نگرانی کرنے والی اس ''انجمن'' کے لئے بھی مزید ہدایات درج کی ہیں۔ یہ کل ۲۰ شرائط ہیں ان میں سے چند اہم شرائط درج ذیل ہیں:

☆.... ''انجمن جس کے ہاتھ میں ایسا روپیہ ہو گا اس کو اختیار نہیں ہو گا کہ بجز اغراض سلسلہ احمدیہ کے کسی اور جگہ وہ روپیہ خرچ کرے اور ان اغراض میں سے سب سے مقدم اشاعت اسلام ہو گی۔ اور جائز ہو گا کہ انجمن باتفاق رائے اس روپیہ کو تجارت کے ذریعہ سے ترقی دے''۔ (شرط نمبر ۹)

☆.... ''انجمن کے تمام ممبر ایسے ہوں گے جو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوں اور پارسا طبع اور دیانتدار ہوں۔ اور اگر آئندہ کسی کی نسبت یہ محسوس ہو گا کہ وہ پارسا طبع نہیں ہے یا یہ کہ وہ دیانتدار نہیں یا یہ کہ وہ ایک چالباز ہے اور دنیا کی ملونی اپنے اندر رکھتا ہے تو انجمن کا فرض ہو گا کہ بلا توقف ایسے شخص کو اپنی انجمن سے خارج کرے اور اس کی جگہ اور مقرر کرے''۔ (شرط نمبر ۱۰)

☆.... ''چونکہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اس لئے انجمن کو دنیاداری کے رنگوں سے بکلی پاک رہنا ہو گا اور اس کے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں''۔ (شرط نمبر ۱۳)

☆.... ''یہ ضروری ہو گا کہ مقام اس انجمن کا ہمیشہ قادیان رہے کیونکہ خدا نے اس مقام کو برکت دی ہے۔ اور جائز ہو گا کہ وہ آئندہ ضرورتیں محسوس کر کے اس کام کے لئے کوئی کافی مکان تیار کریں''۔ (شرط نمبر ۱۵)

☆.... اسی حصہ دوم کے آخر پر آپؑ فرماتے ہیں:

''میں یہ نہیں چاہتا کہ تم سے کوئی مال لوں اور اپنے قبضہ میں کر لوں بلکہ تم اشاعت دین کے لئے ایک انجمن کے حوالے اپنے مال کرو گے اور بہشتی زندگی پاؤ گے''۔ (الوصیت۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۲۵۔۳۲۶۔۳۲۹)

منطقی نتائج

''الوصیت'' کے حصہ اول و دوم میں مذکورہ اہم امور کا یہ خلاصہ ہے جسے پڑھنے کے بعد ایک دیانتدار شخص لازمی درج ذیل نتائج اخذ کرے گا:

۱......: حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اصل رسالہ الوصیت (یعنی حصہ اول) تحریر اور شائع فرمانے کے تقریباً دو ہفتوں بعد اس کا حصہ دوم تحریر فرما کر طبع فرمایا اور اسے الوصیت کا ضمیمہ قرار دیا۔

۲......: حصہ اول میں آپؑ نے اپنی وفات کے دن قریب آجانے اور وفات کے بعد قدرت ثانیہ کے ظہور کی خبر دی۔ پھر اسی حصہ اول ہی میں آپ نے اس کمیٹی یعنی انجمن کے قیام کی ضرورت کا ذکر فرمایا جس نے بہشتی مقبرہ کے کام اور اموال سنبھالنے تھے۔ جیسا کہ اس کے نام سے بھی عیاں ہے۔

۳......: باوجودیکہ آپؑ نے اس حصہ اول میں اپنے قرب وفات اور ''انجمن'' کے قیام کا بھی ذکر فرمایا ہے مگر آپ نے یہاں قطعاً یہ نہیں فرمایا کہ 'انجمن' آپؑ کی خلیفہ ہوگی۔

۴......: بلکہ اس کے برعکس آپؑ نے (اس حصہ اول میں) اپنے قرب وفات کا ذکر فرما کر قدرت ثانیہ کے ظہور کی بشارت دی ہے۔ پھر یہ بتانے کے لئے کہ ظہور قدرت ثانیہ سے آپؑ کی کیا مراد ہے، آپؑ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مثال دی تاکہ کسی قسم کا التباس و اشکال نہ رہے۔ گویا بتایا کہ جیسے نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک فردِ واحد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بطور خلیفہ کھڑا کیا، ایسے ہی میرے بعد بھی فردی خلافت ہی ہوگی یعنی ایک فرد واحد میرا خلیفہ ہوا کرے گا نہ کہ کوئی انجمن یا کمیٹی۔ ''انجمن'' کو ہرگز قدرت ثانیہ قرار نہیں دیا جا سکتا کہ ابوبکر سے مشابہت رکھتی ہو۔

۵......: ''انجمن'' حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خلیفہ قرار نہیں دی جا سکتی کیونکہ ''انجمن'' تو آپؑ کی زندگی میں ہی موجود تھی اور آپؑ کے ساتھ کام کر رہی تھی۔ مگر حضورؑ تو فرماتے ہیں ''وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں''۔

۶......: جماعت احمدیہ کو ''قدرت ثانیہ'' کے بغیر چارہ نہیں۔ بالفاظ دیگر جماعت احمدیہ میں خلافت کا وجود لازمی و حتمی ہے کیونکہ حضورؑ اعلان فرماتے ہیں کہ انبیاء کی وفات کے بعد ''قدرت ثانیہ'' کا ظہور خدا کی قدیم سنت ہے اور ''اب ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے''۔

اس سے اہل لاہور کا یہ دعویٰ بھی باطل ہو گیا کہ احمدیت میں خلافت کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں تھی۔

۷......: نیز یہ بھی طے ہو گیا کہ جماعت احمدیہ میں فردی خلافت ہمیشہ رہنی چاہئے کیونکہ آپ قدرت ثانیہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ ''ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی''۔

اس سے اہل پیغام کا یہ دعویٰ بھی باطل ہو گیا کہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے بعد کسی کو خلیفہ منتخب کرنے کی حاجت نہیں۔

۸......: یہ جملہ امور مجموعی طور پر یہ ثابت کرتے ہیں کہ آپؑ کے ارشاد: ''چونکہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اس لئے انجمن کو دنیاداری کے رنگوں سے بکلی پاک رہنا ہوگا'' کا ہرگز یہ مطلب نہ تھا کہ ''انجمن'' آپؑ کے بعد عام معروف معنی میں آپ کی خلیفہ سمجھی جائے گی۔ اس سے آپؑ کی مراد صرف اتنی تھی کہ ''انجمن''، بہشتی مقبرہ کے معاملات اور اموال کی نگرانی میں آپ کی نیابت کرے گی جیسا کہ اس نام سے عیاں ہے جو آپؑ نے اس انجمن کو دیا یعنی ''انجمن کارپرداز مصالح قبرستان''۔ سو اس انجمن کا دائرہ کار صرف اور صرف بہشتی مقبرہ کے انتظامات و اموال تک محدود تھا۔

پس کجا یہ کہ ''انجمن''، بہشتی مقبرہ اور اس کے انتظامات اور اموال کی نگرانی کرنے میں حضور اقدسؑ کی مددگار اور مشیر کے طور پر کام کرے اور کجا یہ کہ وہ خود کو خلیفۃ المسیح سمجھ بیٹھے۔

بابرکت مقام سے فرار

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر بڑا فضل کیا تھا کہ انہیں حضرت مسیح موعودؑ کے قرب سے نوازا۔ حضورؑ نے ذرہ نوازی کرتے ہوئے جماعت کے کاموں میں انہیں اپنا معین و مددگار بننے کا شرف بخشا مگر یہ الٹے کفران نعمت کر بیٹھے۔ یہاں اس بات کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ''خلیفۃ اللہ کی جانشین، انجمن'' کے دفاع کا دعویٰ کرنے والے یہ لوگ مسیح پاک کی مبارک بستی قادیان دارالامان سے بھاگ نکلے۔

لاہور میں جا کر ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد بنالی اور مسیح پاک کا یہ واضح ارشاد بھلا دیا کہ ''یہ ضروری ہوگا کہ مقام اس انجمن کا ہمیشہ قادیان رہے کیونکہ خدا نے اس مقام کو برکت دی ہے''۔

مگر وہ جماعت جو خلفاء احمدیت کے تابع ہے (اور جسے اب یہ لوگ ہمارے اور اپنے آقا حضرت مسیح موعودؑ کے مخالفین کی نقل کرتے ہوئے قادیانیت، قادیانیت کہہ کر پکارتے ہیں) اس مبارک مقام قادیان دارالامان سے نہایت ہولناک حالات کے باوجود ہمیشہ چمٹی رہی اور برکت پاتی رہی۔ اس نے بڑی دلیری سے اور بڑی قربانیاں دے کر اس مقام کی حفاظت کی خصوصاً تقسیم ہند کے خونی فسادات کے دوران، اور مسیح پاک کی وصیت کے مطابق

قادیان ہی کو اپنا مرکز بنا کر وہیں سے اسی ''انجمن'' کو چلا رہی ہے جس کی بنیاد اس مردِ خدا نے خود رکھی تھی۔

نصیحت ہے غریبانہ

''اہل پیغام'' کے انٹر نیٹ پر پھیلائے ہوئے شبہات کے جواب سے اب ہم بحمد اللہ فارغ ہو چکے۔ خدا گواہ ہے کہ ہماری اس گفتگو کا مقصد کسی کا دل دکھانا نہ تھا بلکہ ہمارا مقصد صرف اور صرف دو امور تھے۔

اول۔ یہ کہ حق کے دفاع کے فرض سے حق بات کہہ کر سبکدوش ہو جائیں خواہ وہ کسی کو قدرے کڑوا لگے۔

دوم۔ یہ کہ سرور دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے روحانی فرزند حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف کسی طرح بھی منسوب ہونے والوں میں سے جس کو بچایا جا سکتا ہے بچایا جائے۔

اور چونکہ سچی اور پر خلوص نصیحت ضرور فائدہ دیتی ہے اور ہم دونوں جماعتوں کے پیارے مسیح موعود علیہ السلام بھی فرماتے ہیں کہ: جس کی فطرت نیک ہے آئے گا وہ انجام کار، اس لئے لاہور کے اپنے بچھڑے ہوئے بھائیوں سے صدق دل سے التماس ہے کہ وہ خدا کے لئے اس کی فعلی شہادت پر ذرا نظر کریں، یعنی یہ دیکھیں کہ خدا تعالیٰ نے ہم دونوں گروہوں سے کس طرح کا سلوک کیا ہے تا وقت ہاتھ سے نکل جانے سے پہلے پہلے انہیں علم ہو جائے کہ حق کس کے ساتھ ہے۔

اے بھائیو! قرآن کریم تو بار بار اس حقیقت کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ جب بھی حق و باطل آپس میں ٹکرائیں گے تو یہ محال ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل حق کو چھوڑ کر اہل باطل کی مدد کرے۔ ہو نہیں سکتا کہ یہ دونوں فریق معرکہ آراء ہوں پھر اللہ تعالیٰ طیب و خبیث میں فرق نہ کر دے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو دنیا اندھیر ہو جائے، ہر بات مشتبہ ہو جائے اور مخلوق گمراہی اور کفر کے گڑھے میں پڑی رہے حالانکہ اللہ اپنے بندوں کے لئے کفر و ضلالت پسند نہیں کرتا۔

قرآن کریم نے متعدد مقامات پر اس سنت الٰہی کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ''کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیۡ''۔ (سورۃ المجادلہ ۲۲) یعنی اللہ نے لکھ رکھا ہے کہ ضرور مَیں اور میرے رسول غالب آئیں گے۔

پھر فرمایا: ''اِنَّا لَنَنۡصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَیَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡاَشۡہَادُ'' ۔ (مومن:۵۲) یقیناً ہم اپنے رسولوں کی اور اُن کی جو ایمان لائے اِس دنیا کی زندگی میں بھی مدد کریں گے اور اُس دن بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے۔

نیز کفار کو توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

''اَفَلَا یَرَوۡنَ اَنَّا نَاۡتِی الۡاَرۡضَ نَنۡقُصُہَا مِنۡ اَطۡرَافِہَا اَفَہُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ''(انبیاء:۴۵)۔ پس کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم (ان کی) زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آرہے ہیں؟ تو کیا وہ پھر بھی غالب آسکتے ہیں؟

سو خدارا دیکھیں کہ ہم دونوں فریقوں میں سے کس کو خدا کی طرف سے نصرت کے بعد نصرت اور فتح کے بعد فتح اور ترقی کے بعد ترقی نصیب ہوتی رہی ہے اور ہو رہی ہے۔ کیا یہ سچ نہیں کہ وہ گروہ جو ''اہل پیغام'' کے راہنماؤں کی نظر میں حق پر تھا بر کتوں سے محروم کر دیا گیا۔ ان کی زمین کم سے کم ہوتی چلی گئی۔ مگر وہ گروہ جسے ''اہل پیغام'' کے راہنماؤں نے ''اہل باطل'' قرار دیا اس کو ملنے والی کامیابیوں کا شمار تو اب امر محال ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے فتح کے بعد فتح رکھ دی۔ ہر میدان میں ان کا ساتھ دیا۔ انہیں اتنا بڑھایا اور پھلدار کیا کہ اب وہ دنیا کے کونے کونے میں پائے جاتے ہیں اور کروڑوں تک جا پہنچے ہیں اور بڑی تیزی سے شاہراہ غلبہ اسلام پر آگے ہی آگے بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ عددی اکثریت و برتری اپنی ذات میں کوئی معنی نہیں رکھتی مگر خاکسار تو یہاں حق و باطل کے درمیان ہونے والے اس معرکہ کے نتیجہ کی طرف توجہ مبذول کرا رہا ہے۔ کیا عقل اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ فتح، اہل باطل کے نصیب میں آوے اور شکست اہل حق کا مقدر بن جائے؟ ہر گز نہیں۔ عقل اس کو ردّ کرتی ہے، قرآن اس کے مخالف ہے، تاریخ انبیاء اس کے خلاف گواہ کھڑی ہے۔

کیا تم نے دیکھا نہیں کہ وہ فریق جو تمہارے اکابر کے نزدیک ''باطل'' پر تھا اور ''کمزور'' تھا وہ باوجود مشکلات کے مسلسل بڑھتا، پھولتا اور پھلتا رہا اس کھیتی کی طرح جو اپنی کونپل نکالے پھر اُسے مضبوط کرے پھر وہ موٹی ہو جائے اور اپنے ڈنٹھل پر کھڑی ہو جائے اور کاشتکاروں کو خوش کر دے تا کہ خدا ان کی وجہ سے کفار کو غیظ دلائے۔ یا اس کی مثال اس شجرہ طیبہ کی سی ہے جس کی جڑیں زمین میں خوب پیوستہ ہیں اور اس کی شاخیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔ وہ اپنا پھل ہر وقت اپنے رب کے حکم سے دیتا ہے۔

مگر وہ فریق جو آپ کے اکابر کی نظر میں حق پر تھا، طاقتور تھا اور شروع میں عددی غلبہ بھی رکھتا تھا وہ فریق مسلسل انحطاط کا شکار رہا حتیٰ کہ اس شجرۂ خبیثہ کی طرح ہو گیا جو اپنی اصل زمین سے اکھاڑ دیا گیا ہو اور اسے کوئی استقرار نصیب نہ ہو۔

آخر پر بڑے درد کے ساتھ مسیح پاک علیہ السلام ہی کے اس درد بھرے شعر کو دہرا کر عرض کرتا ہوں۔

ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل وجاں اس پہ قرباں ہے

اعتراف: خاکسار نے اس مضمون کی تیاری میں حضرت قاضی محمد نذیر لائلپوری صاحب مرحوم کی تحریرات خصوصاً کتاب ''غلبۂ حق'' سے استفادہ کیا۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگ ہستیوں کی نیکیوں اور خوبیوں کا ہمیں اور ہماری نسلوں کو وارث بنائے۔ آمین۔

نوٹ: حضور اقدسؑ کی کتب وملفوظات سے اقتباس شدہ حوالہ جات لندن میں طبع شدہ ایڈیشن کے مطابق ہیں۔

(مطبوعہ: الفضل انٹرنیشنل ۲۵/فروری، ۳/مارچ، ۱۰/مارچ ۲۰۰۰ء)